موذی مرید

(اول ملاحظہ ہو اصل حکایات الشکایات کی تمہید)

پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل و کتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ
۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

15

تتمہ ثانیہ حکایات الشکایات ملقب بہ

موذی مرید

(اول ملاحظہ ہواصل حکایات الشکایات کی تمہید)

حکایت مع شکایت نمبر ۹

بعض دوستوں کا مجھ پر محض دینی خیر خواہی سے یہ اعتراض ہے کہ میں بیعت کرنے میں بہت تنگی کرتا ہوں جس میں طالبین کا حرماں بھی ہے اور کسی بد عقیدہ شخص کے ہاتھ میں پھنس جانے کا بھی احتمال ہے۔

درایت۔ پہلے میری بھی یہی رائے تھی اور اسی وجہ سے اس وقت مجھ کو بھی اس میں توسع تھا مگر تجربہ سے تعجیل مضر ثابت ہوئی اور تاخیر میں جو مضرت بیان کی گئی ہے سو حرماں تو اس لئے نہیں کہ اصل مقصود تعلیم طریق ہے اور حقیقت بیعت کی بھی معلم کی جانب سے۔ یہی التزام تعلیم اور متعلم کی جانب سے التزام اتباع ہے سو اس سے کسی حال میں انکار نہیں۔ باقی صورت متعارفہ بیعت کی نہ مقصود ہے اور نہ مقصود کا موقوف علیہ ہے۔ (جیسا بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں اور تاخیر میں اس اعتقادی غلطی کی بھی من وجہ اصلاح ہے) البتہ اس میں بھی بعض مصالح ہیں جو دوسری صورت سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ گو بیعت میں وہ منافع اقرب الی الحصول ہیں۔ رہا بد عقیدہ کے ہاتھ میں پھنس جانا تو اس محذور کا سبب یہ تاخیر نہیں ہے بلکہ یہ تو اس سے مانع ہے اگر سبیت کا کچھ احتمال ہے تو تعجیل میں ہے کیونکہ

تاخیر کے ساتھ اس کی مصلحت بھی تو ظاہر کردی جاتی ہے کہ امر بیعت میں بہت احتیاط اور بصیرت اور اطمینان کی ضرورت ہے۔ متعلم کو بھی اور معلم کو بھی سو اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی اگر کسی کو ابتلا ہو تو اس کا سبب طالب کا فعل ہے نہ کہ شیخ کا فعل برخلاف تعجیل کے کہ اس میں دلالۃ عدم ضرورت احتیاط کی تجویز ہے۔ گو تصریح ضرورت احتیاط کے بعد اس میں بھی یہ احتمال نہیں مگر تاخیر میں تو راساً و اساساً ہی یہ احتمال منقطع ہے۔ غرض تاخیر میں کوئی معتد بہ مضرت نہیں۔ اب رہا تعجیل کا مضر ہونا جو تجربہ سے ثابت ہوا سو اس کے اسباب علی سبیل منع الخلو مختلف ہیں۔

ایک۱ یہ کہ کسی خاص کمال کے گمان پر بیعت کر لی۔ پھر وہ گمان غلط ثابت ہوا۔ عام اس سے کہ واقع میں وہ کمال مقصود ہی نہ تھا یا تھا مگر شیخ میں مفقود تھا۔

ایک۲ یہ کہ فطری طور پر طالب و شیخ میں مناسبت نہ تھی۔ اس لئے جانبین میں توحش و انقباض رہا اور وہ مانع رہا۔ فیوض و برکات سے تو بیعت کی غرض ہی حاصل نہ ہوئی اور بیعت کی وجہ سے دوسری طرف رجوع کرنے سے رسم و عار عرفی مانع ہوئی۔

ایک۳ ایسے یہ کہ بیعت سے کوئی خاص غرض تھی۔ خواہ وہ محمود تھی مگر مقصود نہ تھی۔ جیسے خاص احوال و کیفیات جو نہ لازم طریق ہیں نہ شیخ کے اختیار میں ہیں۔ یا محمود ہی نہ تھی جیسے کوئی دنیوی غرض اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ایک۴ یہ کہ خود طالب بھی ہو اس کو دنیا سمجھتا ہے جیسے مال یا جاہ کا حاصل کرنا۔

ایک۵ یہ کہ ہے تو وہ غرض دنیوی مگر اس میں رنگ دین کا ہے جس کے سبب خود طالب کو بھی اپنے نفس کا کید معلوم نہیں ہوتا اور نہ دوسروں کو مدتوں پتہ چلتا ہے اور بعض اوقات اس کے بعض اعمال صالحہ کی صورت پر نظر کر کے شیخ مبصر بھی باوجود طالب میں اس رذیلہ کے ادراک کر لینے کے اس کے آثار میں بنا بر حسن ظن کچھ تاویل کر لیتا ہے۔ پھر اس تاویل کی بنا پر جو شیخ اس طالب سے معاملہ جمیل کرتا ہے۔

اس سے اس کا دھوکہ اور بڑھ جاتا ہے جیسے زہد وتقویٰ وتقدس مجاہدہ کی صورت بنانے میں یہ خیال ہو جاتا کہ اس طرز سے لوگ معتقد ہوں گے اور ان کو دینی نفع پہنچاؤں گا اور خلاف وضع کوئی بات ہو جائے گی تو لوگوں کو دینی نفع نہ پہنچے گا۔ اس لئے اپنی ریا کو بھی وہ دین ہی سمجھتا ہے اور شب وروز ان ہی تاویلات وتسویلات میں ساعی رہتا ہے اور یہ قسم سب اقسام سے اشد درجہ کا وبال ونکال وداعضال ہے کہ بدوں فضل خداوندی کے اس سے نجات محال ہے زیادہ تر اس کے اشکال کی وجہ یہ ہے کہ یہ طالب کچھ تو اس میں دین کا رنگ ہونے کے سبب کچھ شیخ کی تاویل کے معاملہ کے سبب دنیا کو دین سمجھتا ہے اور اس لئے شدت کے ساتھ اس پر جما رہتا ہے۔

حتیٰ کہ اگر کبھی شیخ بھی لطف کے ساتھ متنبہ کرتا ہے تو وہ شیخ کی رائے کو غلط سمجھتا ہے مگر ظاہری تعلق کا پاس کر کے اس غلطی کو اجتہادی قرار دیتا ہے اور شیخ کی اس مخالفت کو اس لئے مضر نہیں سمجھتا کہ وہ خود کو مجتہد سمجھ کر شیخ سے اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے اور پھر مجتہد ہونے کے ساتھ اپنے کو مصیب سمجھ کر شیخ کی اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا بلکہ گاہ گاہ اپنی تقریرات وتحریرات میں شیخ پر اعتراض بھی کرتا ہے بلکہ بعض اوقات شیخ کی اصلاح کا منصب اپنے لئے تجویز کرتا ہے اور اس کا خیر خواہی وحق گوئی نام رکھتا ہے یہ تو اس وقت تک ہے جب تک شیخ اپنے کرم وحسن ظن سے اس کے ساتھ لطف رکھتا ہے اور اگر کبھی شیخ اس کے تجاوز حدود شریعت وطریقت کو دیکھ کر اور لطف کو ناکامی سمجھ کر عنف وحکومت کے سات جو کہ اس کا منصب ہے متنبہ کرتا ہے تو یہ شخص آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور شیخ سے اس کو کینہ وبغض ہو جاتا ہے مگر جب تک شیخ نباہ رکھتا ہے اس وقت تک یہ کینہ داء دفین کی طرح دبا رہتا ہے اور جب شیخ نباہ کی بھی گنجائش نہ دیکھ کر اس کے ساتھ **وھجرھم ھجرا جمیلًا** کے معاملہ کی ضرورت سمجھتا ہے اور تہذیب کے ساتھ اپنے سے جدا کر دیتا ہے۔ پھر تو یہ شخص شیخ کی بڑائی تو کیا رکھتا اس کو برابر کا دوست سمجھنا بھی

گوارانہیں کرتا بلکہ وہ معاملہ کرتا ہے جو اپنے چھوٹے مجرموں کے ساتھ کرتے ہیں اور اس قسم کے واقعات جو کہ اسباب خمسہ مذکورہ کے آثار ہیں شب و روز مشاہد ہیں۔ سو یہ آثار اگر تعجیل کے مضرات نہیں ہیں تو کیا ہیں اور گو ایسے واقعات کچھ بیعت کے ساتھ مخصوص نہیں مگر بیعت وعدم بیعت میں دو تفاوت ضرور ہیں ایک یہ کہ اجنبی مخالف سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا تعلق والے مخالف سے اسی واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے اتق شر من احسنت الیہ دوسرے یہ کہ اجنبی کی مخالفت سے اتنا رنج نہیں پہنچتا جتنا تعلق والے مخالف سے جب ان آثار کا غالب تعلق تعجیل بیعت کے ساتھ ثابت ہو گیا تو اس کا تدارک بجز اس کے کیا ہے کہ اس مادہ میں احتیاط کی جائے اور اگر پھر بھی ایسا اتفاق ہو جائے تو اس کا تدارک اختیار سے خارج ہے اور ایسے امر پر صبر زیادہ سہل ہے۔

البتہ اگر کسی طالب کو شرح صدر کے ساتھ فوراً ہی قلب قبول کر لے تو جو ثمرہ تھا احتیاط و تاخیر کا وہ غیب سے بلا اکتساب حاصل ہو گیا وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور ہر چند کہ مضرتیں سب ہی قابل تحرز ہیں۔ اس لئے ان کے اسباب سے بھی تحرز مصلحت ہے لیکن سبب خامس پر جو مضرتیں مرتب ہوتی ہیں وہ بہت ثقیل اور وبیل ہیں اس لئے ان سے اور ان کے سبب سے بھی تحرز اشد درجہ ضروری ہے اور چونکہ واقعات پر مطلع ہونے کو طبعاً ایک خاص اثر ہوتا ہے عبرت حاصل کرنے میں جو کہ سبب قوی ہوتا ہے ایسے مضرات کے نظائر سے بچنے کا اس لئے صرف سبب خامس کے متعلق بوجہ اس کے اثقل واضر ہونے کے ایک واقعہ کو اس مقام پر درج کرتا ہوں تا کہ جو احباب احتیاط فی البیعت کے متعلق مجھ پر شبہ کرتے ہیں وہ مجھ کو معذور سمجھیں اور دوسرے اہل طریق بھی ایسے مواقع میں غور تامل کر سکیں۔ ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ اب وہ واقعہ نقل کرتا ہوں اور چونکہ میرا مقصود اس واقعہ کے نقل کرنے سے وہی دو امر ہیں جو

ابھی مذکور ہوئے۔ فی قولی تا کہ جو احباب احتیاط فی البیعت الی قولی تامل کر سکیں اور وہ دونوں نہ صاحب واقعہ کے نام لینے پر موقوف ہیں اور نہ اس واقعہ کے کسی جزو کے متعلق کوئی اپنی رائے ظاہر کرنے پر نہ اس لئے میں نہ اس کے نام کی تصریح کروں گا اور نہ واقعہ کے کسی جزو کے متعلق کوئی اپنی ایسی رائے ظاہر کروں گا جس سے اسکی اہانت یا رد ہو صرف موذی کے لقب سے تعبیر کروں گا جس میں اس کی بھی اہانت نہیں کیونکہ اس کا تو وہ بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کی حرکات سے مجھ کو ایذا ہوئی اب یہ دوسری بات ہے کہ اس نے اس ایذا کو جائز سمجھا اور جائز ایذا سے موصوف ہونا اہانت نہیں مگر موذی ہونا تو اس کو بھی مسلم ہے اور اسی مناسبت سے اس رسالہ کا نام بھی موذی مرید رکھتا ہوں اور صرف اس شخص کی تحریرات بلا کسی رد کے نقل کر دوں گا۔ کیونکہ اس رد کو میرے مقصود مذکور میں کوئی دخل نہیں۔ نیز رد کرنا اپنا تبریہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا زیبا ہے کہ اپنا تبریہ خود ہی کروں ہاں دوسروں کو اختیار ہے خواہ بطور خود موافق شریعت کے واقعہ کی تحقیق کر کے ان تحریرات کے موافق عقیدہ رکھیں خواہ مجھ کو بری سمجھیں اس کا انتظام میرے ذمہ نہیں۔ گو بعض احباء نے ان تحریرات کا مکمل و مفصل جواب بھی لکھ کر تیار کر کے اپنے پاس رکھا ہے مگر میں نے فضول سمجھ کر اشاعت سے روک دیا ہے لیکن چونکہ ان پر میری کوئی حکومت نہیں۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آئندہ بھی میری اس رائے پر عمل رکھیں گے۔

باقی ان تحریرات میں اگر کسی کو شبہ ہو تو وہ ان کی اصل ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور خط پہچان سکتے ہیں اور چونکہ واللہ ان تحریرات کو رکھنے سے بھی قلب کو سخت تکلیف پہنچتی ہے جس کو اب تک بضرورت محفوظ رکھنے کے گوارا کیا اور محفوظ رکھنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ شاید کوئی اہل دل ملاحظہ فرمانا چاہے اور اب شائع ہونے کے بعد خود ہی محفوظ ہو جاویں گی۔ اس لئے اب ان تحریرات کو رکھنا بھی گوارا نہیں مگر اس احتمال سے کہ شاید

کوئی صاحب اصل دیکھنے لگیں۔ آخر ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ تک ان کو اور رکھا جائے گا اور اس کے بعد طعمہ نار بنا دیا جائے گا۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

واقعہ

یہ موذی مجھ سے بیعت ہوا کچھ دنوں اپنے وطن رہا خط و کتابت کرتا رہا ان خطوط میں بھی دعویٰ و گستاخی کی شان مترشح ہوا کرتی تھی۔ جس پر بار بار تنبیہ بھی کرتا رہا چونکہ ان خطوط سے اس موذی کی ناداری کی تکالیف بھی معلوم ہوتی تھیں۔ اس لئے میں نے اس کو اپنے ایک عزیز کی ابتدائی تعلیم کیلئے دس روپیہ ماہوار کی تنخواہ پر بلا لیا اور چونکہ ظاہرا شریعت کا متبع معلوم ہوتا تھا اور میری عادت تجسس کی ہے نہیں اس لئے اس کے ہر قسم کی مراعات رکھتا تھا پھر اس کو کچھ لکھنے کا کام سپرد کر دیا اور مدرسہ سے اس کا معاوضہ دیتا رہا۔ اب اس کو توکل کا جوش اٹھا تو وہ معاوضہ ایک تاویل سے لیتا رہا پھر جوں جوں اس کی حاجات کا علم ہوتا گیا معاوضہ میں اور کام میں بھی ترقی ہوتی رہی۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے چونکہ اسی اثناء میں اس کو تعلیم و تلقین طالبین کی بھی اجازت دیدی۔ اس لئے اس کا رنگ بدلا جس کی مجھ کو پوری اطلاع نہیں ہوئی اور جو کبھی اتفاقاً اطلاع ہوگئی تو اکثر تاویل کر لی اور اس کی دو وجہ ہیں ایک تو میں مبصر نہیں۔ دوسرے بعض اوقات مبصر کو بھی پورا پتہ نہیں لگتا۔ جیسا کہ اوپر اس کا ذکر کیا ہے۔ فی قولی بعض اوقات اس کے بعض اعمال صالحہ الی قولی کچھ تاویل کر لیتا ہے اور کبھی کبھی لطف کے ساتھ متنبہ بھی کر دیتا تھا مگر اس موذی نے گو میرے کسی مشورہ کو رد تو نہیں کیا مگر پورے طور سے عمل بھی نہیں کیا۔ خودسری کا سودا اس کے دماغ میں پختہ ہوگیا۔ پھر ایک مدت کے بعد مجھ پر غائبانہ اعتراض بھی شروع کئے میں سنتا تھا اور واقعی محبت اور خیر خواہی پر محمول کر لیتا تھا پھر میری اصلاح کا اس کو جوش ہوا گو اس کا گستاخی کا عنوان مجھ کو برا معلوم ہوتا تھا مگر میں نیک نیتی اور

سادگی پر محمول کرلیتا تھا اور جب خود بینی و بیہودگی کو حد سے تجاوز دیکھتا تھا اکثر خلوت میں اور کبھی مجمع میں بھی اکثر لطف سے اور کبھی عنف سے تنبیہ بھی کرتا رہتا تھا اسی طرح زمانہ گزرتا رہا۔ حتی کہ بعض اسباب ایسے پیش آئے کہ اس کو مدرسہ کے بعض اہتمامات سپرد کردیئے۔ مگر یہ اس کا اہل ثابت نہ ہوا طالب علموں کو تکلیفیں ہوئیں مگر چونکہ سب طلبا و احباب جانتے ہیں کہ میں کسی کی شکایت نہیں سنتا۔ اس لئے مجھ تک کوئی بات نہ پہنچاتا تھا۔ مگر آخر کبھی نہ کبھی تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

ظاہر ہونے پر بھی میں نے صبر کیا۔ آخر بعض دوسرے خدام مدرسہ سے کچھ اس کا نزاع ہوا اور از خود مدرسہ کے اہتمام سے استعفیٰ دے دیا میں نے منظور کرلیا پھر اور مہتمم کی ضرورت ہوئی میں نے ایک جلسہ احباب کا جس میں یہ موذی بھی تھا جمع کر کے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ سب کے اتفاق سے ایک مہتمم تجویز ہو گیا جو دل سے اس کو ناگوار ہوا جس کو اس نے جلسہ کے بعد ایک رقعہ سے ظاہر کیا اور اس میں اپنے لئے اس منصب کی درخواست کی۔ میں نے منظور نہیں کیا میرے خیال میں وہ تاریخ ہے اس کے دل میں کینہ کے قوی ہونے کی۔ واللہ اعلم

اس نے ایک رقعہ میں لکھا کہ بحالت موجودہ میں تمہاری وفات کے بعد خانقاہ میں نہ رہوں گا۔ مجھ پر اس کا بھی اثر نہیں ہوا اور اس کو اہتمام نہیں دیا۔ اس کا غیظ اور بڑھ گیا اور یہ منتظر موقع کا رہا۔ یہاں تک کہ تحریکات جدیدہ کا دور شروع ہو گیا اور اس نے اپنا میلان اس کی طرف مجھ پر ظاہر کیا۔ میں نے کہا کہ جو رائے تدین سے ہوا سکے اختیار کرنے سے میں مانع نہیں مگر تمہاری عملی شرکت میری مصلحت دینیہ کے خلاف ہے جب اس کی ضرورت سمجھو مجھ کو اطلاع کردو۔ میں ایسا مشورہ دوں گا کہ تم عملی شرکت بھی کرسکو گے اور میری مصلحت بھی فوت نہ ہوگی۔ مگر اس سے صبر نہ ہوسکا اور یہ خفیہ ایسے لوگوں کے ساتھ سازشیں شروع کیں جن کو یہ بزعم خود میرا مخالف سمجھتا

تھا۔ حالانکہ وہ سب میرے بھائی تھے بھائیوں کی مخالفت غیروں کی موافقت سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ جب اس کا شر بڑھنے لگا اور اس کے فتویٰ ہم لوگوں کی طرف منسوب سمجھے جانے لگے اس وقت بمصلحت دینیہ اس کا علیحدہ کرنا مصلحت ہوا مگر اس پر بھی یہ چاہا کہ علیحدگی عزت کے ساتھ ہو اس لئے میں نے اوّل اطلاع کی کہ اب خدمت تحریر کے معاوضہ دینے کی گنجائش نہیں ہے (اور واقعی اس وقت گنجائش نہ تھی) پھر اطلاع دی کہ تم میرے بعد دوسری جگہ جا کر رہنے کو کہتے ہو۔

ابھی چلے جاؤ تو مصلحت ہے مگر اس کے گھر میں کچھ علالت تھی اس کے افاقہ تک مہلت دی اور ظاہر ہے کہ جب عقد اجارہ فسخ کر دیا گیا۔ اب اجرت دینا کیسے واجب رہا اور ایک ماہ کی جو اجرت یا دوسری اصطلاح میں تبرع جو چڑھا تھا گنجائش کے وقت اس کے ادا کرنے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ گنجائش کے وقت اس سے بذریعہ تحریر پوچھا کہ وقت عقد کے اس کے متعلق جو الفاظ کہے گئے تھے وہ یاد نہیں رہے۔

اگر ان کے اقتضاء سے وجوب ہو تو لکھو۔ جواب نہایت مہمل آیا مگر میں نے احتیاطاً منی آرڈر بھیج دیا جو کہ واپس آیا اور میں اب بھی بشرط وجوب دینے کو تیار ہوں مگر اس کے پاس مدرسہ کا ایک مسودہ دبا ہوا ہے۔ اس پر اس کی واپسی واجب ہے کمی بیشی کا حساب ہو جائے خیر یہ تو چڑھے ہوئے معاوضہ کے متعلق کلام تھا لیکن جو چڑھا بھی نہ تھا اور عقد بھی ختم ہوا اس کے متعلق شکایت کا کیا موقع تھا۔

مگر اس موذی نے تمام قصبہ میں گانا شروع کیا کہ مجھ پر فاقے گزرتے ہیں مجھ کو کچھ نہیں ملتا۔ اہل قصبہ کو نہ واقعہ کی خبر نہ مجھ سے کسی نے پوچھا اس کی ظاہری مسکنت کو دیکھ کر سب نے یقین کر لیا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کوئی میری علیحدگی کا سبب پوچھے تو کیا کہہ دوں۔ میں نے اس کی عزت قائم رکھنے کو یہ رائے دی کہ یوں کہہ دینا کہ وہاں کی آب و ہوا میرے موافق نہ تھی اس کو تقویٰ کا جوش اٹھا کہنے لگا کہ یہ

تو جھوٹ ہے میں نے کہا کہ آپ سچ بولئے اختیار ہے۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام کا انی سقیم کہنا تو خلاف تقویٰ نہ ہو اور اس شخص کا انی سقیم کہنا خلاف تقویٰ ہو اور آئندہ کے خطوط میں حرام کذبات موجود ہیں خصوص سولہ سو روپیہ کا دعویٰ یہ خلاف تقویٰ نہیں ہے۔ اس مدت میں اس نے طلب معاش میں جو جو تدبیریں اور کوششیں کی ہیں۔ دیندار تو بڑی چیز ہے کوئی دنیادار شریف ان کو گوارا نہیں کر سکتا۔ جب ایک مہینہ گزر گیا اور گھر میں افاقہ ہو گیا اب پھر میں نے یاد دہانی کی کہ اب جانا مناسب ہے۔ اس پر بھی عذر بارد کئے مگر چونکہ کوئی معقول عذر نہ تھا اور رہنا خلاف مصلحت تھا۔ اس لئے میں نے جانے ہی کی رائے دی آخر روانہ ہوا روانگی کے قریب اس نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں فلاں رسالہ پورا کروں گا۔ اس کے لئے کچھ کتب کی ضرورت ہے میں نے بلا کسی پس و پیش کے کئی سو روپے کی کتابیں سپرد کر دیں (اگر میرے دل میں کچھ بھی غائلہ ہوتا میں یہ کتابیں اپنے مخالف کو کیوں دیدیتا) پھر چونکہ اور بھی اس کے بہت سے اخلاق و اعمال واجب الاصلاح معلوم ہوئے تھے اور مشافہت کا اس نے موقع ہی نہیں رکھا تھا اور دھوکہ میں رہنا زیادہ مضر تھا۔

اس لیے میں نے ان کو مختصراً تحریر کر کے اسٹیشن پر بھیج دیا اور اس کو سوار ہوتے وقت ملا سہارنپور آ کر اس کا جو جواب آیا ہے اس نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں نے اس کو تعلیم و تلقین کی جو اجازت دی تھی اس کو واپس لوں۔ چنانچہ ایک خط اس مضمون کا لکھا مگر یہ سہارنپور سے چلا گیا تھا۔ اس لئے وہ خط واپس آیا آخر میں نے ایک اعلان کے ذریعہ سے فسخ اجازت بلکہ فسخ بیعت کی اطلاع شائع کر دی۔ اس کے ایک محرم راز دوست کا سہارنپور سے خط آیا جس میں اطلاع دی کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اب کتابیں مدرسہ کو واپس نہ کروں گا۔ میں نے مہتمم حال کو کتابیں واپس کرنے کیلئے روانہ کیا پھر جس مصیبت سے کتابیں مدرسہ کی واپس ہوئی ہیں لانے والے یا منگانے والے کا دل ہی

جانتا ہے۔ اس کے بعد جو مقدس تحریرات کا سلسلہ چلا ہے۔ وہ بقول شاعر سبوح لھا منھا علیھا شواھد۔ اس کے تقدس کی کافی سے بھی زیادہ دلیل ہے جن کے نقل کرنے کا اب موقع آ گیا اور ایسے واقعات تو اس موذی کے بیشمار ہیں جیسے بزرگوں سے تحریراً و تقریراً گستاخی کرنا مدرسہ سے دوسرے اہل علم کا تعلق اپنی جاہ کے گھٹ جانے کے خوف سے ناگوار ہونا وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس کے بعض خطوط میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی شان میں یہ عبارت ہے۔

مولانا خلیل احمد صاحب کو اس وقت تک عدل شرعی سے متصف سمجھتا ہوں گو بڑا متقی نہیں سمجھتا اور نہ کچھ زیادہ عقیدت اور یہی میری حالت مولانا صدیق احمد صاحب (کاندھلوی) کے ساتھ ہے پس مولانا خلیل احمد صاحب سے تحقیق کر کے ان پر سے الزام دفع کر دیا۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(اسی خط میں ایک دوسری جگہ مولانا خلیل احمد صاحب ہی کی نسبت یہ الفاظ ہیں)

جب غیر اہل فن اہل فن سے مناظرہ کرے گا اور سعی غلبہ حاصل کرے گا تو لامحالہ مناظرہ خراب ہوگا۔ مجھ سے جن حضرات کا مناظرہ ہوا وہ فن حدیث اور اس کی علل سے محض ناواقف ہیں (انتہی بلفظ الموذی) اور خلف تو خلف اس کے کلام میں سلف تک پر طعن اور سوء ادب مذکور ہے چنانچہ مسودہ احیاء السنن ج ۳ ص ۱۵۰ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت خود اس موذی کے قلم کی لکھی ہوئی یہ عبارت ہے بذیل حدیث عمر رضی اللہ عنہ

انی اجھز جیشی و انا فی الصلوۃ والراجح عندی ان افعال عمر ھذہ کانت من غیر اختیار لغلبۃ امور الخلافۃ علیہ ابتداء ثم کانت تمتہ بالاختیار وھو لا یذکرانہ فی الصلوۃ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نماز پڑھتے ہوئے لشکر تیار کرتا ہوں اس کی شرح میں یہ موذی لکھتا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان افعال کی ابتدا تو بے اختیار (بطور اضطرار کے) ہوتی تھی بوجہ کار خلافت کی زیادتی کے پھر یہ خیالات قصداً بڑھ جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (مشغولی کی وجہ سے) یہ یاد نہ رہتا تھا کہ میں نماز میں ہوں۔ اس سے حضرات صحابہ کی شان میں اس موذی کی بے ادبی ظاہر ہے کہ وہ صحابہ کے مقام کو ایک ادنیٰ عارف کے مقام کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

صوفیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر نماز میں غایت خشوع اور یکسوئی کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے پھر اس وقت ان کو تیاری لشکر وغیرہ کی بابت منجانب اللہ الہامات شروع ہوتے تھے اور نماز میں عارفین کو بہت الہامات ہوا کرتے ہیں اور نماز کا الہام صحیح بھی ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھتے ہوئے لشکر تیار کرتا ہوں۔ یعنی اس وقت مجھے اس قسم کے الہامات ہوتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ملہم و محدث ہونا احادیث سے معلوم ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لایصلی فی لحف نساءہ** کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کے لحاف بستر وغیرہ میں نماز نہ پڑھتے تھے۔

اس کی شرح میں اس موذی نے احیاء السنن ج ۳ ضمیمہ ص ۱۶۸ (کے ص ۴) میں یہ لکھا ہے **وکان ترکہ تجنبا منہ کما یدل علیہ الذوق اللسانی والوجہ ہو توہم النجاسۃ فیہا لتساہلین فی اجتنابہا عادۃ**

ترجمہ۔ حضور کا ازواج مطہرات کے لحاف بسترہ میں نماز نہ پڑھنا احتیاط و اجتناب کے طور پر تھا جیسا کہ ذوق لسانی سے معلوم ہوتا ہے اور وجہ اجتناب کی یہ تھی کہ ان کے کپڑوں میں ناپاکی کا وہم تھا کیونکہ وہ ناپاکی سے بچنے میں عادۃ تساہل کرتی تھیں الخ۔

بھلا اس موذی سے کوئی پوچھے کہ تو نے اپنی عورتوں کو ناپاکی سے تساہل کرتے ہوئے دیکھ کر حضور کی ازواج مطہرات کو ان پر کیسے قیاس کرلیا۔ جن کی شان یہ ہے

لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا بلکہ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ عورتوں کے لحاف بسترہ عادۃً رنگین اور نرم ہوتے ہیں اور یہ زینت نماز کے وقت آپ پسند نہ کرتے تھے اس لئے نماز بوریہ پر پڑھتے تھے اور کبھی ازواج کے بسترہ پر بھی پڑھ لیتے تھے چنانچہ اس قسم کی احادیث بھی موجود ہیں کہ حضور تہجد کی نماز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر پڑھتے تھے اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بدلا اور اس کی دیواروں کو نقشین پتھر سے بنایا اور ستون بھی نقشین پتھر کے لگائے اور چھت سال کی ڈالی تو اس پر لوگوں نے کراہت کا اظہار کیا اور یہ چاہا کہ اس کو پہلی ہی ہیئت پر رہنے دیں اس پر یہ موذی احیاء السنن ج ۳ ص ۱۷۴ میں لکھتا ہے۔

قلت وبه اقول وقد کان ذالک اولی ممافعله عثمان ای فعل النبی صلی الله علیه وسلم و فعل عمر رضی الله عنه و تاویله رضی الله عنه ضعیف و قد اول بما اول لکو نه غنیا فان الذھن یذھب فی الاکثر الی مایتلبس به فافھم وازھد فی الدنیا

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ میرا بھی یہی قول ہے اور عثمان کے فعل سے وہی بہتر تھا یعنی حضور کا فعل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل اور عثمان رضی اللہ عنہ کی تاویل ضعیف ہے۔ انہوں نے جو کچھ تاویل کی اس کا منشا یہ تھا کہ وہ غنی (اور مالدار) تھے کیونکہ ذہن بسا اوقات اسی حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے جس میں انسان متلبس ہوتا ہے۔

پس سمجھ جاؤ اور زاہد بنو۔ یہ عبارت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں کس قدر گستاخی لئے ہوئے ہے۔ اوّل تو ہم جیسوں کا کیا منہ ہے کہ ہم بیدھڑک صحابہ کی تاویل کو ضعیف کہہ دیں اس پر طرہ یہ کہ اس تاویل کا منشا خلوص اور للّٰہیت کے علاوہ غنا اور تمول کو بنایا جائے اور ناظرین کو زہد کا امر کر کے یہ بتلایا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل نعوذ باللہ زہد کے خلاف تھا۔

اللھم انا نعوذبک من الحور بعد الکور۔ میرے خیال میں یہ اسی کا وبال ہے کہ حق تعالیٰ نے اس موذی کو زہد وغیرہ سب سے مسلوب الحال کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کی فضول زینت کو حرام سمجھتے تھے اور جس زینت میں مسجد کی مضبوطی اور پائیداری ہو یا عظمت ووقعت اس کو جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں جو کچھ اضافہ کیا تھا۔

اس سے سوائے ان مصالح کے اور کچھ مقصود نہ تھا اور کوئی زینت ایسی نہ تھی جو قلوب مصلین کو مشغول کرے یا فضول شمار ہو اور دوسرے بعض صحابہ مطلق زینت کو مکروہ سمجھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مسجد کی دیواریں کچی رہیں اور چھت بھی کھجور کی رہے۔ مگر علماء امت ومجتہدین کا فتویٰ حضرت عثمان کے قول پر ہے۔

حضرت عثمان خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کے اتباع کا امت کو امر ہے **اتبعوا سنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی**۔ لہٰذا ان کا قول ہر حال میں قابل اتباع ہے۔ واللہ اعلم اور بعض اہل علم جو پہلے باہر مقیم تھے جب اس مدرسہ میں مستقل قیام کے قصد سے آنے لگے تو یہ شخص اپنے ایک محرم راز کے سامنے رویا اور کہا ان کے آنے پر میں نہ رہوں گا جس طرح ہو ان کو روکو (اونحوہ) خصوص مناظرہ کے وقت تو خواہ وہ کسی علمی مسئلہ میں ہو یا کسی عادی معاملہ میں اس کی کج وبیراہی وسخن پروری وترفع اور مخاطب کی تحقیر قابل دید ہوتی تھی۔ اسی لئے میں نے منع کر دیا تھا کہ تم مناظرہ مت کیا کرو تم میں اس کی صلاحیت نہیں ہے اور اسی طرح کے بہت واقعات ہیں مگر میں نے بہت اختصار کے ساتھ بطور نمونہ صرف وہ واقعات نقل کئے ہیں جن کو آئندہ منقول خطوط کے مضامین کے سمجھنے میں دخل ہے ورنہ اپنا تو یہ مذاق ہے۔

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ باتو ماجرا ہاداشتیم

اب اس موذی کے بعض خطوط ملخصاً نمبروار نقل کرتے ہیں۔

نقل خطوط موذی

(خط نمبر ا میں جس پر امروہہ کی ۴ جولائی ۲۱ء کی مہر ہے ایک جگہ لکھتا ہے) تھانہ بھون میں اب تک صاحب کے یہاں اسباب پڑا ہوا ہے اور کچھ بے موقع اور ارزاں فروخت کیا ضرورۃ اور کچھ ہمراہ لایا جس میں سخت مشقت ہوئی اور تخمیناً اس قصہ میں صہ ۵۰ کا نقصان ہوا جس کی وجہ سے اب تک مقروض ہوں مالہ کا مکان تھانہ بھون میں مفت ملتا تھا۔

اس کو بھی آپ کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط۲ جس پر مہر امروہہ کی ۹ جولائی ۲۱ کی ہے لکھتا ہے) السلام علیکم اسٹیشن تھانہ بھون سے جب کہ عتاب نامہ صادر ہوا تھا جو تکالیف جناب کے ذریعہ سے مجھے پہنچ رہی ہیں وہ غیر محتاج بیان ہیں آج سات روز ہوئے کہ مولوی علی صاحب کے کتب و مسودات لے جانے کے بعد ایک عریضہ بھیجا۔ اس سے پہلے دو لفافے یہاں سے اور ایک سہارنپور سے عریضہ بھیجا۔ ان میں سے کسی کا جواب نہیں ملا گستاخی معاف ہو معاملہ کی بات ہے جو معاملہ ہو صاف صاف جلد تحریر فرما دیجئے۔ ان سب خطوط کے متعلق اور مالہ صہ بہت جلد منی آرڈر سے بھیج دیجئے جن کی تفصیل پچھلے عریضہ میں لکھ چکا ہوں۔ (اسی خط میں آگے لکھتا ہے کہ) آپ فوراً یہ رقم ارسال فرما دیجئے اگر چھ روز کے اندر رقم و دیگر امور مذکورہ فی الخطوط کا جواب نہ ملا تو میں مایوس ہو کر اخبارات میں ان تمام معاملات اور دیگر معاملات خانقاہ کو جنسے میں بخوبی واقف ہوں شائع کراؤں گا۔ پس اُمید ہے کہ آپ اتنے لوگوں کی بدنامی مالہ صہ کی وجہ سے گوارا نہ کرینگے آپ کی طرف سے میرے ساتھ غایت بے رحمی و پالیسی کی جا رہی ہے۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط۳۔ جس پر امروہہ کی مہر یکم ستمبر ۲۱ء کی ہے) پتہ کی عبارت بخدمت جناب ضعیف العمل والعلم مولوی اشرف علی صاحب حامی موالات السلام علی من اتبع الہدیٰ۔

ہر چند انتظار کیا آپ راہ راست پر آجائیں اور مسودہ ترک بیعت اسی لئے منسوخ کردیا تھا مگر افسوس کہ آپ کی پالیسی اور مخالفت اسلام سخت ہوتی جاتی ہے۔ اہل دین سے آپ کو نفرت اور کفار سے اور فساق سے تعلق ہوا جاتا ہے۔(انتہی موذی)

(خط نمبر ۴ جس پر امروہہ کی مہر ۱۱ نومبر ۲۱ء کی ہے) از بندہ ضعیف بخدمت یزید دوران اظلم زمان برآل حضرت سیدنا امام حسین علی بنینا وعلیہ افضل الصلوۃ والسلام اکذب اوان صهر النصرانی وخال ابنه ....(یہاں سے ایسے فحش الفاظ تھے کہ ان الفاظ کی اس مخاش کی طرف نسبت سے بھی شرم آتی تھی لہذا چھوڑ دیئے گئے)

مولوی اشرف علی قاتلہ اللہ القوی السلام علی من اتبع الہدیٰ (آگے لکھتا ہے) کیا آپ نے توکل اتلاف اموال ناس کیلئے اختیار کیا ہے اور مدرسہ وخانقاہ کی خدمت دغا بازی کر کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے نفع کیلئے ہاتھوں میں لی ہے۔اس مکاری اور خداعی کا کچھ ٹھکانہ ہے (آگے لکھتا ہے) اور حب جاہ وحب مال کی وجہ سے جھوٹا مضمون الامداد میں چھپوادیا اور رجوع سے عار آتی ہے۔آپ کے ذمہ رقوم ذیل ہیں۔

عہ ۲۵۰ جو میں پیشتر مفصلا لکھ چکا ہوں۔(آگے لکھتا ہے)

ایسی نایاب کتاب جس کو نہ آج کل عادۃ کوئی تیار کرسکتا ہے کہ شوق اور استعداد گم ہے حتیٰ کہ خود آپ کو اور آپ کے معاصرین کو بھی اس کی قابلیت نہیں آپ اس کو ضائع کرتے ہیں اور اس کو نااہلوں کے سپرد کر رکھا ہے (آگے چل کر لکھتا ہے) آپکی غیرت اور آپ کا دین بالکل ہی ختم ہوگیا۔میں آپ کو جب تک کہ آپ ان دونوں معاملوں کو طے نہ کریں گے بہت تنگ کروں گا۔آپ باغی اور واجب التذلیل اور غاصب ودغاباز کذاب ہیں۔

خدا تعالیٰ آپ کو سمجھے دنیا میں جا کر کہیں ڈاکا ڈالئے اگر غصب ہی کرنا ہے اور لوگوں کے مال ہی تلف کرنا ہیں دینی کتاب پر کیوں ہاتھ صاف کرتے ہو (آگے لکھتا

ہے) اولیاء کے یہی اخلاق ہیں کہ غصب کریں اور لوگوں کو ایذا دیں (آگے چل کر لکھتا ہے) جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو ایذا دیکر خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے (اسی خط میں ایک جگہ ان کتابوں کی اُجرت کا سولہ سو روپیہ طلب کیا ہے جن کو برسوں قبل خود ہی اپنی خوشی سے لکھا تھا اور وہ شائع بھی ہو چکی تھیں خود تصنیف کریں اور مطالبہ اجرت مجھ سے ہو) (آگے لکھتا ہے) میں نے آپ کی بڑی مراعاۃ کی اور طرح طرح کے نقصان گوارا کئے لیکن آپ کی خودغرضی اور غداری نے اس کی جو قدر کی ظاہر ہے۔ مگر دماغ بھی آپ کا ٹھیک ہو گیا۔ کوئی ایسا مصلح آپ کو اب تک نہ ملا تھا۔ سارے گھمنڈ خاک میں مل گئے۔ (اسی خط میں آگے لکھتا ہے) آپ کو صحاح کی حدیثیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ہمیشہ انڈے پراٹھے دین کی بدولت کھائے اور بوجہ کم لیاقت ہونے کے لوگوں کو علمی دھوکے دیئے قریب وقت آنے والا ہے۔ یوم تبلی السرائر اب بھی راہ ہدایت پر آجایئے (آگے اسی خط میں بکتا ہے) خدا تعالیٰ آپ کو ایسا ہی برباد کرے۔ جیسا کہ آپ نے سنت کی اضاعت کی اور اہلبیت نبوی کو ایذا دی۔

آپ کا حشر بھی یزید اور اعوان یزید کی مثل ہوگا۔ (آگے لکھتا ہے) اگر آپ شنائع سابقہ سے تائب ہوں اور آئندہ پالیسی سے مجتنب ہوں اور مجھ سے وہی سابق برتاؤ خالص رکھیں اور علانیہ کمیٹی میں شریک ہو جائیں اور شرکت صرف اتنی کہ جس میں آپ کو مشقت نہ ہو اور میں ایسی تدبیر بتاؤں گا کہ آپ غالباً سلطنت سے بھی مامون رہیں گے اور میں آپ کا قائم مقام ہو کر ہر طرح کی کلفت برداشت کروں گا اور آپ کو اپنے نفس پر مقدم رکھوں گا۔ (اسی خط میں آگے چل کر لکھتا ہے) اور میں نے آپ کو منتخب کر کے اپنا آقا بنایا تھا مگر تقدیر الٰہی غالب آئی کہ آپ فاسق ہو گئے۔

میں اہلبیت نبوی سے ہوں وفا میرا اشعار ہے۔ (انتھی بلفظ الموذی)

(خط نمبر ۵ جس پر مہر ۶ فروری ۲۲ء کی امروہہ کی ہے) اس عریضہ کے بعد پھر

آپ سے بلا واسطہ تحریر نہ کی جائے گی بلکہ اخباری گفتگو اور ہر امکانی عمل ضرر رسانی کی جائے گی۔ اب آپ کو اختیار ہے میں اب کسی قسم کی مراعاۃ نہیں کر سکتا۔ بہت انتظار کیا بہت ادب کیا۔ (اسی خط میں دوسری جگہ لکھتا ہے) مختلف اخباروں میں بالرصہ سابقہ اور یہ تمام واقعات جلد طبع کراؤں گا اور ہر امکانی ضرر پہنچاؤں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ اب آپ یوضع له الذل فی الارض کے مصداق ہوئے اور حیاء دینی و دنیاوی دونوں سے محروم ہوئے (آگے چل کر ایک جگہ لکھتا ہے) اب امتحان کے وقت وہ لسانیاں کہاں چلی گئیں۔ قول کو اور فعل کو کچھ تو مطابق کیجئے۔ غرض پرستی جو شرک ہے چھوڑیئے خدا پرستی اور توحید اختیار کیجئے۔ دیکھئے عقل اور فقاہت یہ ہے کہ میں باوجود سخت بے سروسامانی کے عند اللہ بھی ماخوذ نہ ہوا مسلمانوں میں بھی بے عزتی نہ ہوئی۔ گورنمنٹ بھی گرفتار نہ کر سکی اور کوئی دروغ یا پالیسی کا ارتکاب بھی نہ ہوا حالانکہ میں اپنے مواعظ میں گورنمنٹ کو دعوت اسلام بھی دیتا ہوں اور مہذب طریق سے اس کی برائیاں بھی بیان کرتا ہوں مگر کوئی گرفتار نہیں کرتا اور پولیس اور اہلکار میری تقریرات میں ہوتے ہیں بخلاف آپ کے کہ عند اللہ اور عند القوم بے عزتی ہوئی۔ (اسی خط میں ایک جگہ لکھتا ہے) مولانا دنیا چند روزہ ہے زندگی مقدر ہو چکی ہے اب بھی مجھ جیسے اہل قلم خیر خواہ کا کہا مان لیجئے تا کہ ذلت دارین سے نجات ہو۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) بڑے ظالم بڑے سرکش بڑے تم بے وفا نکلے۔ اب یہی صراط مستقیم قبول کر لو تو پھر فصل مبدل بوصل ہو جائے گا اور دین و دنیا سنبھل جائے گا۔ (انتھی بلفظ الموذی)

خط ۶ جس پر امروہہ کی ۱۳ فروری ۲۲ء کی مہر ہے اور تھانہ بھون کی مہر غالباً ۱۵ فروری ۲۲ء ہے) (پتہ کی عبارت) بخدمت مکرمی و مخدومی سابق مولوی مسٹر حال اشرف علی صاحب ہداہم اللہ تعالیٰ ہر مقدور ایذاء میں دریغ نہ کی جائے گی۔ افسوس کہ آپ پورے دین فروش نکلے اور بڑے طماع دوسروں کو آپ حق تلفی کر کے خاموش کرانا چاہتے ہیں

(آگے چل کر ایک جگہ لکھتا ہے) کہاں وہ لسانیاں کہاں یہ بدعملی افسوس کہ آپ میری حیات میں اس قدر بدنام ہونا گوارا کرتے ہیں اور یہ بھی۔ (یہاں بعض عزیزوں کے نام تھے جن کو ظاہر کرنا فضول سمجھا گیا ۱۲ منہ) کی دنیا سنبھالنے کیلئے ہاں میں بھولا دوسری بیوی کی خاطر کیلئے یہ کیا جاتا ہے۔ عجب نہیں کہ خاتمہ بھی نصرانیت پر ہو کہ یہ ان کا گویا قواد ہے اب آپ کو بجائے مولوی کے مسٹر کا خطاب دیا گیا۔ (انتہی بلفظ الموذی)

خط ۷ جس پر امروہہ کی ۲۱ فروری ۲۲ء کی مہر ہے اور تھانہ بھون کی ۲۲ فروری ۲۲ء ہے) (خط اسی جگہ سے شروع کیا ہے) دل تو یہ چاہتا تھا کہ حسب وعدہ واسطہ کلام نہ کیا جائے۔ مگر رائے بدل گئی اور لسانی جہاد کا امر اس کا سبب ہوا۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ قریب ہی تین عریضے ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ آپ کی بے حیائی اور ظلم اور حب دنیا انصاف سے آپ کو باز رکھتی ہے اور بے حیائی تو آپ کے خاندان ہی کا شیوہ ہے۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) صرف جواب کا پانچ روز انتظار ہوگا اس کے بعد عملی کارروائی شروع کی جائے گی اور وہ یہ کہ آپ کا قتل اب میں بوجہ آپ کی شرکت نصاری وظلم وامحاء سنت کے ضروری سمجھتا ہوں اور دو آپ کے رفیقوں کا بھی پس آپ کو حکمت عملیہ سے وہاں پر آ کر اور ایک جماعت کو لا کر اور قصبہ سے علیحدہ قیام کر کے متفرق اوقات میں آپ کو مع دو رفیقوں کے اور بالتبع اگر اور بھی کوئی آجائے تو عجب نہیں قتل کیا جائے گا۔ اور خسر الدنیا والآخرة کے آپ لوگ مصداق ہوں گے۔ خبردار کسی کی سفارش نہ کرانا کہ سفارش مقبول نہ ہوگی۔ قتل کی تاریخ اس لئے نہیں لکھی کہ خلاف حکمت ہے۔ محض ہمدردی اسلامی سے صرف اصل قصد کی اطلاع کرتا ہوں۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) ورنہ آپ کو سخت بے عزتی سے قتل کیا جائے گا۔ شرم نہیں آتی کہ ہم کو تو بوجہ تبرع کچھ نہ دیا اور ہم سے بوجہ تبرع واپسی مسودات کی تو پھانسی لگتی ہے اور نہ زلات ومعاصی سابقہ سے توبہ کی جاتی

ہے۔ اسی بنا پر از گروہ اولیاء لقب اختیار کیا تھا۔ اولیاء کے اخلاق کیا عمدہ ہیں۔ آپ نہایت بددین اور بے ایمان وخائن ہیں۔ میں تم کو چین سے ہرگز نہ بیٹھنے دوں گا۔ ہر طرح تکلیف پہنچاؤں گا اور قتل کروں گا بغاۃ کا قتل جائز ہے۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۸ جس پر مہر امروہہ کی ۱۵ مارچ ۲۲ء ہے اور لفافہ کا پتہ ہندی میں لکھا ہے) ضرور پڑھو ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

السلام علیکم چونکہ احقر کو حق جل وعلا نے محض اپنے فضل سے تدین تام وقاء کامل عطا فرمائی ہے۔ (اسی خط میں آگے چل کر لکھتا ہے) اور تلقین اذکار وغیرہ کا سلسلہ بھی ہے چونکہ بعد اتمام تعلیم سلوک میں نے بیعت قطع کی ہے۔ اس لئے میں طالبین طریقت سے بیعت وتلقین اذکار میں انکار نہیں کرتا ہوں۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) علماء زبان سے جو حنفی ہیں تحریرات بھی ہوئیں زبانی بھی گفتگو ہوئی مگر حدیث سے ماہر کوئی نہ ملا۔ فن سے لوگوں کو مس بھی نہیں۔ (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۹ جس پر مہر سنبھل ۲۸ ستمبر ۲۲ء کی ہے اور پتہ لفافہ انگریزی میں ہے) (ایک جگہ لکھتا ہے) عارض مدعا ہوں کہ صوبہ آگرہ خلافت کمیٹی نے نیز خلافت کمیٹی مظفر نگر نے مجھے اس امر کا زور دیا ہے کہ میں تھانہ بھون مع اہل وعیال بہت جلد قیام پذیر ہوں اور میری ہر آزادی ووضع کو وہ لوگ گوارہ کرتے ہیں اور ـــــ ماہانہ ہدیۃ خدمت کرنا چاہتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ آپ کے اثر کا قلع قلمع ہوتا کہ اہل ہند جس ضرر میں آپ کی وجہ سے مبتلا ہیں۔ وہ اس سے بچیں اور اس میں کامیابی بجز میری ذات کے دوسرے عالم سے غایت دشوار ہے۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) پس اگر میں نے یہ صورت منظور کرلی تو آپ کا بڑھاپا خراب ہوگا اور آپ کو سخت کوفت ہوجائے گی (آگے چل کر لکھتا ہے) آپ کو خانقاہ میں کہاں تک برقرار رکھا جاسکتا ہے سو اگر آپ مسودات مع تراجم احیاء السنن وغیر مرممہ ومسوادت امداد

المسائل مع یالر نقد یا اس کی کتب فتح الباری وغیرہ جلد ارسال فرمائیں ڈاک سے یا آدمی کے ذریعہ سے تو میں تھانہ بھون قیام گوارا نہ کروں گا۔

اور گاہ بگاہ یہیں سے اصلاح کرتا رہوں گا خود وہاں قیام واجب نہیں ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ وہاں قیام کا کیا انجام ہوگا آپ نے ایک اہل علم سید کو بڑا ستایا ہے (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۱۰ جو ۲۱ نومبر ۲۲ء کا لکھا ہوا ہے بصورت نوٹس رجسٹری شدہ) نوٹس بنام مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مبلغ ایک ہزار چھ سو ساٹھ روپے جو احقر کے آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں اور جس کی تفصیل آپ کو لکھی جا چکی ہے بہت ہی جلد ارسال فرمائیں ورنہ آپ پر باقاعدہ کچہری گورنمنٹ میں نالش کی جائے گی ہمارے پاس ثبوت کافی ہیں اور اگر آپ مسودات احیاء السنن مولفہ احقر اور مسودات امداد المسائل اور فتح الباری اور تہذیب التہذیب ایک ہزار کے عوض دیں اور باقی نقد روپیہ دیں تو ہم کو یہ بھی منظور ہے۔ اس نوٹس کی سات سطریں ہیں اس کو آپ احتیاط سے رکھیں عدالت میں آپ کو پیش کرنا ہوگا۔ (انتہی بلفظ الموذی یہ نوٹس واپس کر دیا گیا تھا)

(خط ۱۱ جس پر مہر تھانہ بھون کی ۱۱/۱۶ کتوبر ۲۲ء ہے اور پتہ لفافہ ہندی میں ہے) از خیر خواہ اسلام بخدمت مسٹر اشرف علی صاحب السلام علیکم معلوم ہوا کہ نواب عاشق حسین خان صاحب چیئرمین سنبھل آپ کو یہاں کی دعوت دے آئے ہیں۔ اور آپ یہاں آئیں گے اگر آپ آئے تو آپ کی کافی سرکوبی کی جائے گی اور سخت آبروریزی علانیہ کی جائے گی اور آپ کی بے ایمانی اور چالاکی زبانی اور تحریری شائع کی جائے گی۔ خود آپ کے سامنے پس چاند کو مستحکم کر کے یہاں آئے سبحان اللہ ایسی ہمت ہوگئی کہ سنبھل آپ آئیں اور نواب مذکورہ بددین شخص ہے پرسوں کلکٹر کی اس نے دعوت کی ہے اور گورنمنٹ سے ماہانہ امداد اپنے اسلامیہ مدرسہ میں مقرر کرائی ہے۔ انا للہ لا آیہ اس کی حمایت آپ کو

مفید نہ ہوگی اور یہ اپنے سرکاری عہدہ میں بھی لوگوں پر ظلم کرتا ہے اس لئے تارک موالات اور حامی موالات سب اس سے ناخوش ہیں پس تم کو اس کی حمایت مفید نہ ہوگی۔ بہتر ہے کہ آپ ہرگز نہ آئیں ہم کو پرواہ نہیں ہے کہ ہم کو حبس ہو یا پھانسی لیکن آپ کی سرکوبی لازم ہے اور پھر ہم تھانہ بھون ایک عالم کو دائمی طور پر معین کرینگے جو وہاں ہر وقت آپ کی خبر لیا کرے گا۔ پس ان تمام امور پر غور کر لیجئے۔ یہ دھمکی نہیں ہے بلکہ امر واقعی ہے ہم ضرور تمہاری اور تمہارے حامیوں کی سرکوبی کرینگے (انتہی بلفظ الموذی)

(خط ۱۲ جس پر مہر امروہہ کی ۱۲۱ اکتوبر ۲۲ء کی ہے اور پتہ لفافہ پر بغرض دھوکہ دہی راقم اسحاق لکھا ہے) السلام علی من اتبع الہدیٰ (آگے چل کر لکھتا ہے) اس وقت یہ خط بھیجنے کی یہ حاجت ہوئی کہ آپ کی بد دینی خدا جانے دنیا میں کیا گت بنوا کر رہے گی (اسی خط میں ایک جگہ لکھتا ہے) دغا بازی اور فریب آپ ہی کے حصہ میں آ گیا ہے (پھر آگے چل کر لکھتا ہے) آپ نہایت مکار اور دغا باز ہیں اور کذاب ہیں اور خواہ مخواہ مال و جاہ سے استغناء ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ غایت درجہ کے طالب جاہ و مالی ہیں (اور آگے چل کر لکھتا ہے) اور جب میں نے بیعت قطع کی اور دوسرے حضرات نے بھی اس کا اتباع کیا اور آپ کی جاہ و مال میں بٹہ لگا اور فرق آیا تو آپ نے یہ چال چلی تا کہ میری علیحدگی کی ابتدا آپ کی طرف منسوب ہو۔ سو عیب کرنے کو ہنر چاہئے سمجھدار تو اس چال میں نہیں آ سکتے (آگے چل کر لکھتا ہے) بہت ہی جلد اپنی اس شرارت کا اعلان کیجئے کہ بیشک میں نے یہ کید نفسانی کیا اور میں اب توبہ و رجوع کرتا ہوں ابتداء قطع تعلقات خود احمد حسن ہی نے کی ہے۔ آپ کی شرافت اور غیرت کا یہی تقاضا ہے کہ اس کو کہہ دو اور وہ بھی اتنے عرصہ کے بعد ظاہر کیا جائے۔ (آگے چل کر لکھتا ہے) اور عجب نہیں کہ خانقاہ تھانہ بھون سے آپ کا ذلت کے ساتھ اخراج بھی ہو جائے یہ نمونہ ہے اس موذی کے خطوط کا۔ اخبارات

اورزبانی تقریرات میں جو کچھ درفشانی کی ہے وہ اس کے علاوہ ہے مگر میں ان سب کو ایک ناصحانہ شعر کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنون کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے۔(اس میں صنعت تجنیس خطی سے اشارہ ہے اس موذی کے وطن کے نام کی طرف ۱۲منہ)

(دشت خار کی تفسیر دعویٰ کمال اور سودا کی تفسیر مبصر اہل حال)

حاصل مقصود

یہ کہ اب تو ان واقعات وخطوط کو ملاحظہ کرنے سے میرا عذر جو تعجیل بیعت سے مانع ہے۔ معلوم ہوگیا ہوگا اور تاخیر پر ملامت نہ کی جائے گی اور گوتاخیر میں بھی ایسے احتمالات ممکن ہیں مگر اوّل تو وہ شاذ دوسرے وہ تدبیر سے خارج اس لئے اس کا ارمان نہیں۔ **واللہ الهادی الی سواء السبیل وهو حسبنا ونعم الوکیل.**

لطیفہ شریفہ

اس رسالہ کے لکھنے کے اثنا میں بیساختہ دل چاہا کہ اس موذی مرید کی حالت کے مطابق کوئی مضمون مثنوی معنوی میں نکلے تو ناظرین کی طبیعت کی ضیافت کیلئے نہ کہ احتجاج کیلئے نقل کردوں گا دعا وتوجہ کے ساتھ جو کتاب مستطاب کو کھولا برجستہ یہ اشعار نکلے جس میں خودرائے وخودبین ومعتقد استبداد مرید کی حالت مذکور ہے۔

وخلاصتہا ہذہ

(دفتر پنجم ص ۴۲۱ سرخی مریدے درآمد بخدمت شیخ خود تا قولہ مرید یکہ از وواقف تر بود گفت گریہ شیخ پس از مجاہدات است)

یک مریدے اندر آمد پیش پیر　　پیر اندر گریہ بود ودر نفیر

شیخ راچون دیدگریان آنمرید گشت گریان آب درچشمش دوید
پس مقلد نیز مانند کرست اندر آن شادی کہ اورا رہبر ست
پرتو شیخ آمد و منہل ز شیخ قبض وشادی نز مریدان بل زشیخ
پرتوشیخ است و آن تقلید شیخ چوں بہ بیند شادی از تائید شیخ
چون سبد برآب ونورے برزجاج گرزخودداند آن باشد لجاج
چون جداگر ودزجود اندر عنود کاندر وآن آب خوش از جوے بود
آبگینہ ہم بداندازغروب کان لمع بوداز مہ تابان خوب
طفل را آن فکرت مرداں کجاست کوخیال اووکو تحقیق راست
طفل راچہ فکرت آید درضمیر تاچو اندیشہ کندہچون کہ پیر
فکر طفلان دایہ باشدیا کہ شیر یا مویز وجوز یا گریہ نفیر
آن مقلد ہست چوں طفل علیل گرچہ دارد بحث باریک ودلیل
آن تعمق درد لیل ودر شکیل از بصیرت میکند اورا اگسیل (یعنی روزانہ وجد۱۲۱)
اے مقلد از نجارا باز گرد روبخواری تاشوی تو شیر مرد
تانجارائے دگر بینی دروں صفدران در مجلسش لایفقہوں

تااشعارذیل درسرخی داستان کینزک باخر

اے بسا سرمست ناروناز خو خویشتن را نور مطلق داند او
جز مگر بندہ خدا کز جذب حق بارہش آر دبگر داندور ق
تابداند کان خیال ناریہ درطریقت نیست الاعاریہ
زشتہارا خوب بنماید شرہ نیست از شہوت بترز آفات دہ
صد ہزاران نام خوش را کردہ ننگ صد ہزاراں زیرکاں راکردہ دنگ

کار بے اوستاد خواہی ساختن　　جاہلانہ جان بخواہی باختن
اے زمن دزدیدہ علم نا تمام　　ننگت آمد کہ پرسی حال دام
ہم نہ چیدے داہ مرغ از خرمنش　　ہم نیفتادے رسن درگردنش
تاخودی دانہ نیفتی تو بدام　　ایں کند علم قناعت والسلام

کتبہ: اشرف علی　　عشرہ اولیٰ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

الحاق مزید یعنی حواشی رسالہ موذی مرید

ازاحقر مدیر غفرلہ اللہ القدیر

حاشیہ اوّل صفحہ ۶ سطر ۱۱ قولہ نہ اس کے نام کی تصریح کروں گا۔ اقول یہ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم کے شان کرم کا اقتضاء ہے۔ ونیز جو اصلی مقصود ہے اس رسالہ کے وضع سے جو اسی قول سے اوپر متصل ہی مذکور ہے۔ وہ بھی نام کی تصریح پر موقوف نہ تھا۔ لیکن ایک دوسری مصلحت مقتضی تھی اظہار نام کو اس لئے میں اس کو ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ بعض ضرورتوں سے مجھ کو ایک سفر طویل کا اتفاق ہوا اور متعدد و مختلف مقامات پر جانا ہوا بہت لوگ پہلے تعلق کی بنا پر بوجہ اس کے کہ ان کو اس علیحدگی کی اطلاع نہیں دھوکہ میں ہیں اور اس شخص کے فتوؤں کو جو کہ بکثرت غلط ہیں۔ حتیٰ کہ باوجود عدم مانع وقوع طلاق مطلقہ ثلاث کی حلت بلا تحلیل تک کے فتویٰ کی نوبت پہنچ گئی سو ان فتوؤں کو خانقاہ و مدرسہ امدادیہ کی طرف منسوب سمجھتے ہیں یا اس علیحدگی کا منشا اس کا تدین سمجھتے ہیں۔ نیز اس شخص نے پیری مریدی کا بھی جال پھیلایا ہو۔ بعضے ناواقفی سے دھوکہ میں پھنس جاتے ہیں۔

اس لئے عام کو اطلاع ہونے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دھوکہ نہ رہے پھر بھی اگر کوئی اس کا اتباع کرے تو اپنی تحقیق کے بھروسہ کرے جس سے ہم کو کوئی تعرض نہیں ہر شخص کو

اپنے دین کا اختیار ہے یہی مصلحت اس شخص کے معاملہ کے متعلق ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہم نے اس عبارت میں لکھی ہے۔ مقصود اس سے صرف ان لوگوں کو اطلاع دینا ہے جو محض میری بیعت واجازت کی بناپر ان سے رجوع کرتے ہیں اور جن کے رجوع کی یہ بنا نہ ہو وہ میرے مخاطب نہیں ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار ہے۔ چنانچہ اب اس کا نام ظاہر کرتا ہوں یہ شخص احمد حسن سنبھلی ہے جو کئی سال خانقاہ امدادیہ میں رہا پھر وہاں سے جدا کیا گیا اور جدا کئے جانے کے بعد یہ حرکتیں کیں جو خطوط مندرجہ رسالہ سے ظاہر ہیں۔۱۲ امدیر

حاشیہ دوم۔ص ۶ سطر ۲۰ قولہ مکمل و مفصل جواب اقول ان بعض احباء کا ہم پر سخت تقاضا ہے کہ اس جواب کو جو کہ بصورت ایک کتاب کے ہے شائع کیا جائے لیکن چونکہ ابھی تک اس کی اشاعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس لئے اشاعت کا خیال نہیں ہوا آئندہ اگر ضرورت سمجھی گئی تو اشاعت بھی کردی جائے گی۔۱۲ امدیر

حاشیہ سوم۔ص ۷ سطر ۶ قولہ طعمہ نار بنا دیا جائے گا۔ اقول ہم خدام نے حضرت مولانا صاحب دام ظلہم سے کل خطوط اپنے پاس محفوظ رکھنے کی اجازت چاہی ہے اگر اجازت مل گئی تو کل خطوط ورنہ صرف وہ خط جس میں قتل کی دھمکی ہے اپنے پاس محفوظ رکھا جائے گا تا کہ اگر کوئی شرارت کرے تو کافی تدارک کیا جا سکے۔۱۲ امدیر۔

حاشیہ چہارم۔ص ۹ سطر ۲۱ قولہ خصوصاً سولہ سو روپیہ کا دعویٰ اقول بخدا اس موذی کا ضمیر اس ناجائز مطالبہ پر خود اسے نفرین کرتا ہوگا جس کا اتنا ظہور بھی ہوا اس نے اپنے بعض دوستوں کے سامنے تقریراً یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ مطالبہ رقم محض مولانا پر دباؤ ڈالنے اور ان کو پریشان کرنے کیلئے کہا تھا اور جب یہ سوال کیا گیا کیا اس غرض کیلئے جھوٹا مطالبہ کرنا درست تھا تو نہایت دلیری سے جواب دیا کہ ہاں جائز تھا۔ واقعی جس کے نزدیک تین طلاق کے بعد بھی عورت بدوں حلالہ کے جائز ہو اس کے نزدیک

جھوٹا مطالبہ کیوں جائز نہ ہوگا ۱۲ مدیر۔......حاشیہ پنجم ص ۱۰ سطر ۱۲ قولہ فسخ اجازت بلکہ فسخ بیعت اقول اس قول کا حاشیہ ایک رسالہ ہے مسمیٰ بہ انکشاف الحقیقہ عن استخلاف الطریقہ جو عنقریب سب حواشی کے بعد آتا ہے ۱۲ مدیر۔

حاشیہ ششم ص ۲۰ سطر ۱۲ قولہ خط ۱۲ قول اگر ان بارہ خطوط کے عدد اور مضامین کے مجموعہ کے اعتبار سے ان خطوط کے کاتب کو اثنا عشری تبرائی کہا جائے تو نہایت چسپاں ہے۔ ۱۲ مدیر۔

حاشیہ ہفتم ص ۲۱ سطر ا قولہ یہ نمونہ ہے اس موذی کے خطوط کا اقول ناظرین نے ان خطوط سے اندازہ کیا ہوگا کہ شاید ابتداء اسلام سے لے کر اس وقت تک کسی شخص نے بھی اپنے مرشد اپنے مربی اپنے محسن قدیم سے ایسی بدتمیزی بے حیائی بدزبانی اور بازاریوں کی طرح دشنام دہی اور اس بیباکی کے ساتھ احسان فراموشی نہ کی ہوگی ہمارا جی نہ چاہتا تھا کہ اس دفترِ بے معنی کی اشاعت کریں مگر چند وجوہ سے اس کی شاعت کی گئی۔

ا۔ یہ کہ حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے یہ چاہا کہ جس طرح مسلمانوں کی نگاہوں سے میرے احباب کی تحریریں القاب و آداب اور مدح وغیرہ سے بھری ہوئی گزرتی ہیں جن کو دیکھ کر بعض لوگ معتقد ہو جاتے ہیں ان کی نگاہوں کے سامنے یہ گالیاں بھی گزر جائیں تا کہ ہر شخص معلوم کرے کہ جہاں بہت لوگ مجھے اچھا کہنے والے ہیں وہاں ایسے برا بھلا کہنے والے بھی ہیں تو اب جو کوئی مجھ سے تعلق پیدا کرنا چاہے وہ دونوں پہلوؤں پر نظر کر کے اس کا فیصلہ کرلے۔ چنانچہ حضرت دام مجدہم نے اصل حکایات الشکایات کے خطبہ میں خود بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اس ارشاد میں تا کہ دیکھنے والے دونوں کو دیکھ لیں پھر جس کا جی چاہے احقر سے تعلق پیدا کرے یا رکھے اور جس کا جی چاہے تعلق نہ کرے یا نہ رکھے۔

۲۔ سالکین اور ذاکرین کی تسلی کیلئے یہ مجموعہ ہمیشہ کیلئے کارآمد ہوگا کہ جب کبھی ہمارے دوستوں میں سے کسی کو کسی سے ایذا پہنچے جس سے اہل طریق بہت کم خالی

رہتے ہیں تو وہ حضرت حکیم الامت کی اس حالت سے تسلی حاصل کرلیا کرے اور سمجھ جائے کہ اس راستہ میں قدم رکھنے والے کو کسی نہ کسی سے ایذا ضرور پہنچتی ہے اور چونکہ اس موذی سے بڑھ کر آج تک کسی نے کسی کو ایذا نہ دی ہوگی۔ اس لئے یہ واقعہ تسلی میں بہت کارآمد مفید ہوگا اور اس کی نظیر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاؤا بالبینات والزبر والکتاب المنیر فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم

ترجمہ۔ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کی تکذیب کی جاچکی ہے جو واضح معجزات اور صحیفے اور روشن کتاب ساتھ لائے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے آپ ویسا ہی صبر کیجئے جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے اور ان کے واسطے جلدی نہ کیجئے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ پہلے پیغمبروں کے حالات یاد کر کے آپ بھی صبر و استقلال سے کام لیں اور جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قصہ افک شروع کیا اور حق تعالیٰ نے بعد میں ان کی برات نازل فرمائی تو سب سے پہلے یہ فرمایا۔

ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرالکم بل ھو خیر لکم

یعنی اے مسلمانو! تم اس قصہ افک کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ تمہارے لئے اس میں بھی خیر ہے۔ مفسرین نے اس کا مطلب بیان فرماتے ہوئے خیر ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس قصہ سے آئندہ آنے والی نسلوں کو تسلی اور تقویت ہوگی۔

یعنی اگر کبھی ان کو ایسا ابتلاء پیش آئے گا تو وہ زیادہ پریشان نہ ہونگے بلکہ قصہ افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تسلی حاصل کرلیں گی۔ یہی حکمت اس دفتر دشنام کی اشاعت میں تھی۔ اس لئے اس کو بھی شائع کردیا گیا ۱۲ مدیر۔

انکشاف الحقیقہ عن استخلاف الطریقہ

(یہ رسالہ حاشیہ ہے۔قول مولانا فسخ اجازت بلکہ فسخ بیعت کی اطلاع شائع کردی الخ کا جو پیچھے گزر چکا ہے)

بعد الحمد والصلوۃ کمترین غلامان خانقاہ امدادیہ افاض اللہ برکاتہا علی العالمین احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ بعض احباب کو اس جگہ یہ خدشہ پیش آتا ہوگا کہ احمد حسن سنبھلی اگر فانی وواصل ہو چکا تھا۔جیسا کہ حضرت حکیم الامت کی اجازت وخلافت عطا کرنے سے یہی مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس سے خلافت سلب کیوں کی گئی کیونکہ سلب خلافت اس کے غیر فانی وغیر واصل ہونے کی دلیل ہے حالانکہ فانی دراصل مردود نہیں ہوسکتا۔صوفیہ کا مقولہ مشہورہ الفانی لایرد اور عوارف المعارف میں ہے الواصل الذی یصلہ اللہ فلا یخشی علیہ القطع ابداً وقال ذوالنون مارجع من رجع الامن الطریق ماوصل الیہ احد فرجع منہ (منقول از مکتوبات قدوسیہ ۲۳۸)

پس یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ بعد وصول کے غیر واصل ہوگیا ہو لا محالہ یہی کہا جائے گا کہ وہ پہلے ہی سے واصل نہ ہوا تھا۔اس پر یہ اشکال پڑتا ہے کہ پھر ایسی حالت میں حضرت شیخ نے اس کو اجازت وخلافت ہی کیوں عطا فرمائی تھی۔اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اجازت واعطاء خلافت کا مبنی اور چیز ہے اور وصول وقبول عنداللہ دوسری چیز ہے۔پس الفانی لایرد یہ مقدمہ تو بالکل صحیح ہے مگر اس کیلئے المجاز لایرد لازم نہیں۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حصول نسبت اور وصول الی اللہ فقط اس کا نام نہیں ہے کہ صرف بندہ کو حق تعالیٰ سے تعلق ہوجائے بلکہ حصول نسبت حقیقت میں اس کا نام ہے کہ بندہ کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہوجائے اور خدا تعالیٰ کو بندہ سے تعلق ہوجائے کیونکہ نسبت تعلق بین الشیئین کا نام ہے جس کے لئے طرفین سے تعلق کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ ایسی نسبت ہوگی۔

وقوم یدعون وصال لیلی ولیلی لا تقرلهم بذا کا

جیسا کہ ایک طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ آج کل کس مشغلہ میں ہو اس نے کہا شاہزادی سے نکاح کرنے کی فکر میں ہوں۔ جب اس نے دریافت کیا کہ اس کے واسطے تم نے کیا سامان کیا تو وہ فرماتے ہیں کہ آدھا سامان تو ہو گیا آدھا باقی ہے۔ یعنی میں تو راضی ہوں مگر وہ راضی نہیں اور نکاح طرفین کی رضا سے منعقد ہوتا ہے تو میرا راضی ہونا یہ نصف نکاح ہے اور اس کا لغو ہونا ہر شخص پر ظاہر ہے جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب سمجھئے کہ جس واصل کی نسبت ائمہ صوفیہ کا ارشاد ہے کہ الفانی لا یرد والواصل لایقطع اس سے مراد وہی واصل ہے جس سے خدا تعالیٰ کو بھی تعلق ہو جائے۔ جس کی دلیل عوارف کا یہ قول مذکور ہے۔ الواصل الذی یصله الله واقعی جس شخص سے حق تعالیٰ کو تعلق ہو جائے گا وہ مردود یا مخذول ومقطوع کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ ہر چند کہ اجازت اور خلافت کے قابل تو حقیقت میں یہی واصل ہے جس سے خدا تعالیٰ کو بھی تعلق ہو اور صحیح معنی میں صاحب نسبت کہلانے کا مستحق وہی ہے مگر ظاہر ہے کہ شیخ کو طالب کے تعلق اللہ مع اللہ کا تو علم ہو سکتا ہے مگر تعلق اللہ مع العبد کا علم اسے کیونکر ہو سکتا ہے۔ بندہ کے ساتھ خدا کے تعلق کا علم شیخ کو محض اس قاعدہ اکثریہ کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ وہ عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ جب بندہ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے۔

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا

مجاہدہ کے بعد راہِ ہدایت مفتوح کر دینے کا تو پختہ وعدہ ہے مگر محض اتنی بات سے واصل نہیں ہوتا۔ وصول تعلق اللہ مع العبد کا نام ہے اس کے متعلق اسی کے بعد ارشاد ہے۔ وان اللہ لمع المحسنین یعنی ہدایت سبیل کے بعد اگر طالب میں اخلاص و احسان کامل کی صفت پیدا ہو گئی تو اس وقت معیت حق اس کے ساتھ ہو گی اور وہ واصل

ہو جائے گا۔ پس کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مرید نے طلب حق میں سعی اور مجاہدہ شروع کیا اور حسب وعدہ حق تعالیٰ نے طریق وصول اس پر مفتوح کر دیا لیکن ابھی مرید میں احسان واخلاص کامل نہ پیدا ہوا تھا اس لئے اس کو واقع میں وصول نصیب نہ ہوا اور اخلاص کامل ایسا پوشیدہ امر ہے کہ اس کی اطلاع شیخ کو بجز قرائن اور وجدان یا کشف کے اور کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ پس ممکن ہے کہ شیخ کسی طالب کو ریاضات ومجاہدات میں مشغول اور طریق وصول کو اس پر مفتوح دیکھ کر اپنے وجدان یا کشف سے اس کو صاحب اخلاص سمجھ جائے اور اجازت دے دے اور واقع میں وہ صاحب اخلاص نہ تھا۔ کیونکہ وجدان یا کشف وقرائن یہ جملہ امور وحی آسمانی کی طرح قطعی تو نہیں ہیں۔ محض ظنی ہیں جن میں خطا وصواب دونوں کا احتمال ہے۔ پس شیخ جب کسی طالب کو دیکھتا ہے کہ یہ خدا کے ساتھ تعلق بڑھانے کی سعی کر رہا ہے اور ظاہر میں احکام واوامر شرعیہ اس کی طبیعت ثانیہ بن گئے ہیں تو وہ قاعدہ اکثریہ کی بنا پر یہ سمجھ کر جب اس کو خدا سے تعلق ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہوگا۔ اس کو صاحب نسبت جان کر مجاز وخلیفہ کر دیتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شیخ کے اس گمان کو سچا کر دیتے ہیں کہ جس کو وہ واصل سمجھتا ہے۔ حق تعالیٰ سچ مچ اسے واصل کر دیتے ہیں۔ یعنی خود بھی اس سے اپنا تعلق معیت قائم کر دیتے ہیں مگر قطعی ویقینی طور پر شیخ کو یہ خبر نہیں ہو سکتی کہ واقع میں اس شخص سے حق تعالیٰ کو تعلق ہے یا نہیں کیونکہ غیب کا حال سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اور وحی کا باب مسدود ہو چکا اور وجدان وکشف غلطی وخطا سے محفوظ نہیں ہیں۔ پس کبھی ایسا ممکن ہے کہ جس شخص کی نسبت شیخ محقق عارف نے یہ امید وابستہ کی تھی کہ ان شاء اللہ خدا تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہو گیا ہوگا۔ واقع میں وہ ایسا نہ ہوا اور اس شخص میں جو آثار تعلق مع اللہ کے نظر آئے ہوں۔ وہ محض استدراج ہو۔

افامنوا مکر اللہ فلا یأمن مکر اللہ الا القوم الخاسرون. وفی

الحدیث الصحیح ان الرجل لیعمل بعمل اهل الجنة حتی لایبقی بینه وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیرجع ویعمل بعمل اهل النار فیدخل النار الحدیث واتل علیهم نبا الذی آتیناه آیاتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناه بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه الآیة

بلعم باعور کو سب لوگ واصل اور مقرب حق سمجھتے تھے کیونکہ ظاہر میں اس کی کرامات وخوارق ومجاہدات وریاضات کی کچھ حد نہ تھی مگر در حقیقت یہ سب استدراج تھا اور واقع میں وہ مقرب نہ تھا۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مسلمانوں کو ظاہری تقویٰ وطہارت کی وجہ سے مخلص سمجھ کر اتنا مقرب بنا لیا تھا کہ منصب کتابت وحی ان کے سپرد کر دیا مگر بعد میں ایک کاتب وحی مرتد بھی ہوگیا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صوفیہ کا قول "**الفانی لایردوا لواصل لایقطع**" فانی حقیقی وواصل حقیقی کے بارہ میں ہے اور اجازت وخلافت عطا کرنے کا مدار فانی وجدانی وواصل وجدانی ہونا ہے کیونکہ یقینی طور پر کسی کا واصل حقیقی ہونا مشائخ کو معلوم نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بجز ان صحابہ کے جن کے جنتی ہونے کی قطعی خبر وحی سے معلوم ہوچکی ہے۔ باقی کسی امتی کو قطع اور یقین کے ساتھ جنتی نہیں کہا جاسکتا اور نہ ایسا کہنا جائز ہے تو پھر یقین کے ساتھ ہم کسی کے واصل ہونے کا کیونکر حکم لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا اجازت کا مدار محض وصول وجدانی ہے جس میں کبھی خطا کا ہوجانا ممکن ہے۔

جیسا کہ کبھی مجتہد احکام سے بھی اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے جس سے بعد میں وہ رجوع کرتا ہے فقہ میں ائمہ مجتہدین کے ایسے اقوال موجود ہیں۔ جن سے انہوں نے بعد میں رجوع کیا۔ گو محقق عارف کے ایسے وجدانات میں جو طریق کے متعلق ہوں غلطی بہت ہی شاذ ونادر اور کم واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ مجتہد احکام سے خطا ولغزش

بہت کم ہوتی ہے۔ چنانچہ مجتہد کی تعریف ہی یہ ہے کہ **من کان صوابہ اکثر من خطاہ مجتہد** وہ ہے جس کی رائے میں اصابت بہ نسبت خطا کے زیادہ ہو۔

اسی طرح محقق طریق کا وجدان اکثر تو درست ہی ہوتا ہے مگر امکان خطا تو ضرور ہے اور قلت کے ساتھ وقوع بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم اخیر میں حضرت قطب الاقطاب شیخ المشائخ شاہ عبدالقدوس صاحب نور اللہ مرقدہ کے چند مکتوبات مع ترجمہ کے پیش کرینگے جو آپ کے بعض خلفاء و مجازین کے نام ہیں جن میں شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ نے ان کو تحریر فرمایا ہے کہ تم مردود و مخذول ہو گئے اور ہم نے جو تم کو اجازت و خلافت دی تھی وہ باطل ہو گئی اب کچھ باقی نہیں رہا۔

یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے جبکہ اجازت اور خلافت دینا اس امر کی شہادت ہو کہ یہ شخص فانی اور واصل بحق ہو چکا ہے مگر اجازت و استخلاف کی یہ حقیقت زمانہ سابق کے موافق ہے آج کل مشائخ نے بوجہ کوتاہی عمر و قلت فراغ وغیرہ کے اس میں کسی قدر توسع کر لیا ہے۔ یعنی پہلے زمانہ میں تو اجازت و خلافت اسی وقت دی جاتی تھی جبکہ طالب شیخ کے وجدان یا کشف میں فانی واصل ہو چکا ہو اور متاخرین نے یہ دیکھ کر کہ فناء کامل اور وصول کامل حاصل ہونے کیلئے عرصہ دراز کی ضرورت ہے اگر اس درجہ کا انتظار کر کے اجازت دی جایا کرے تو تعلیم و تلقین ذکر کا کام بند ہو جائے گا۔ اس لئے وہ اس وقت اجازت دیدیتے ہیں جبکہ طالب کو تلوین ابتدائی کے مقابل ایک درجہ تمکین کا عطا ہو جائے اور ذکر اللہ کا غلبہ ایسا ہو جائے کہ اکثر اوقات ذہول نہ ہوتا ہو اور مقام فنا و دیگر مقامات سلوک سے کچھ کچھ مناسبت حاصل ہو جائے۔ گو ابھی رسوخ حاصل نہ ہوا ہو۔ اس درجہ میں پہنچ کر طالب فانی و واصل تو نہیں ہوتا مگر وصول کی قابلیت قریبہ ایسی حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر طالب اپنے نفس کی نگہداشت رزائل کبر و عجب وغیرہ تمام معاصی سے اسی طرح کرتا رہے جس طرح ابتداء سلوک و مجاہدہ کے وقت کرتا تھا اور ذکر و معمولات

پر دوام رکھے اور شیخ سے مثل سابق تعلق قائم رکھے تو ایک وقت میں ضرور واصل وفانی ہوجائے گا (اور اس درجہ میں طالب سے ان امور کی اُمید غالب ہوتی ہے کہ وہ ایسا ضرور کرتا رہے گا) اور چونکہ اس وقت طالب کو طریق سے مناسبت معتد بہا حاصل ہوچکتی ہے تو وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ دوسروں کو وصول کا راستہ بتلا سکے۔اس لئے اجازت دیدی جاتی ہے۔اس کی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے آج کل مدارس عربیہ میں درس معمول بہ تمام کرنے کے بعد طلبہ کو اجازت وسند دیدیتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ طالب علم فاضل کامل اور عالم متبحر ہوچکا ہے کہ اس کو تمام علوم سے ایسی مناسبت راسخہ حاصل ہوگئی ہے جو کبھی زائل نہیں ہوسکتی اور اب اس سے کسی مسئلہ میں بھی غلطی نہ ہوگی اور جو کتاب چاہے گا بے تکلف پڑھا سکے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ طلبا کو سند واجازت دینے کا حاصل صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کو علوم مقصودہ سے فی الجملہ ایسی مناسبت واستعداد پیدا ہوگئی ہے کہ اگر یہ کتب بینی اور مطالعہ شروح وحواشی اور تعلیم تدریس میں مشغول رہے تو کسی وقت ان شاء اللہ متبحر و فاضل ہوجائیں گے اور محض اتنی مناسبت پیدا ہوجانے کے بعد سند دے دینے کا منشا یہاں بھی وہی ہے کہ اگر حصول مناسبت راسخہ اور تمام علوم میں تبحر کے بعد سند دی جایا کرے تو اس کے لئے زمانہ دراز کی ضرورت ہے اور آج کل لوگوں کو علوم دینیہ کیلئے سات آٹھ برس خرچ کرنا بھی گراں ہوتا ہے۔ پندرہ بیس سال تو کون صرف کرسکتا ہے۔پس جس طرح ایک طالب علم سند یافتہ مدرسہ سے نکل کر کتب بینی وتعلیم وتدریس کا کام کرکے دس پندرہ سال کے بعد عالم متبحر ہوجاتا ہے۔اسی طرح وہ طالب بھی جس کو مقامات سلوک سے کچھ مناسبت حاصل ہوچکی ہے اور شیخ نے اس کو اجازت تلقین وغیرہ دیدی ہے اگر برابر کام میں لگا رہا اور نگہداشت نفس سے غافل نہ ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد فانی کامل راسخ وواصل ہوجاتا ہے اور جس طرح کہ وہ طالب علم جو مدرسہ سے نکل کر جوتوں کی دکان لے بیٹھے اور دنیا کے دھندوں میں

پڑ کر کتب بینی تدریس وغیرہ سے بالکل جدا ہو جائے تو چند سال میں اس کی وہ استعداد ومناسبت علمیہ بالکل زائل ہو جاتی ہے جو مدرسہ سے فارغ ہوتے وقت حاصل تھی۔ اسی طرح وہ طالب جو مقامات سلوک سے قدرے مناسبت حاصل کرنے کے بعد اپنے نفس کی نگہداشت سے غافل ہو جائے اور تمکین کے بعد معاصی کا ارتکاب کرنے لگے۔

اس کی مناسبت مذکورہ زائل اور قابلیت قریبہ وصول مفقود ہو جاتی ہے اور جس طرح علوم ظاہرہ میں استاد کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کو مناسبت علمیہ سے محرومی میں بڑا دخل ہے اس سے بدرجہا زائد طریق باطن میں شیخ کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کرنے کو اس مناسبت باطنیہ کو سلب ہو جانے میں دخل عظیم ہے۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آج کل اجازت وخلافت جن لوگوں کو دی جاتی ہے وہ سب واصل وفانی نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے بعض بعض افراد فانی وواصل ہوتے ہیں اور اکثر وہ لوگ ہیں جن کو قابلیت وصول حاصل ہوگئی اور راستہ معلوم ہو گیا ہے اگر وہ اس پر برابر چلتے رہے تو امید ہے کہ واصل ہو جائیں۔ پس آج کل کسی مجاز طریق کا بگڑ جانا کچھ زیادہ بعید نہیں ہے۔ یہ لوگ اگر اجازت کے بعد ذکر ومعمولات سے غافل اور نگہداشت نفس میں تساہل اور شیخ سے مستغنی ومستقل ہو جائیں تو ان کی حالت ضرور بگڑ جائے گی اور مناسبت باطنیہ جو کچھ حاصل ہوئی تھی سب سلب ہو جائے گی۔

جیسا کہ طلبا مدارس اگر علمی مشغلہ کو چھوڑ کر دنیوی کاروبار میں لگ جائیں تو وہ علمی مناسبت سے بالکل کورے ہو جاتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں جس خلیفہ ومجاز طریق کی بابت یہ معلوم ہو کہ اس کی حالت خراب وخستہ ہوگئی اور شیخ نے اس سے اپنی اجازت د خلافت کو سلب کر لیا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شخص وقت اجازت وخلافت کے واصل وفانی اور صاحب نسبت نہ تھا بلکہ صرف صاحب مناسبت تھا اور مردود ہونا صاحب نسبت کا باستحالہ عادیہ محال ہے نہ صاحب مناسبت کا۔

فائدہ: مجازین کو جان لینا چاہئے کہ صاحب نسبت اور صاحب مناسبت میں بڑا فرق ہے۔ صاحب نسبت سے حق تعالیٰ کو تعلق ہو جاتا ہے اور صاحب مناسبت کو صرف طریق معلوم ہو جاتا ہے۔ صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو ہر چیز کا فاعل مشاہدہ کرے مخلوق کے فعل سے نظر بالکل اٹھ جائے کسی فعل میں مخلوق کو خدا کا شریک نہ پائے اور یہ مضمون محض درجہ اعتقاد میں نہ ہو بلکہ ہر وقت وجداناً اس کا مشاہدہ ہوتا ہو۔

وماهم بضارين به من احدالا باذن الله، وان يردك بخير فلا رادلفضله

جس کا اثر یہ ہوگا کہ مخلوق سے خوف وطمع بالکل معدوم ہو جائے گا۔ (یعنی عقلاً) نیز جب کسی سے حق تعالیٰ کو تعلق ہوگا اور وہ فانی وواصل ہوگا تو اس کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ اس شخص کا ارادہ اور خواہش بالکل فنا ہو جائے کہ اپنے واسطے کوئی حالت تجویز نہ کرے جس حالت میں حق تعالیٰ شانہ رکھیں اس پر راضی رہے۔ کبر وعجب وحب جاہ وغیرہ سے بالکل بری ہو۔ اگر تکبر وعجب وغیرہ باقی ہیں تو سمجھ لو کہ تم صاحب نسبت اور واصل وفانی نہیں ہو بلکہ تم کو صرف طریق کا علم ہو گیا ہے اور تم محض صاحب مناسبت ہو۔

فائدہ۔ اجازت کے بعد مجازین کو امور ذیل کی رعایت ضروری ہے تا کہ ترقی دائم رہے اور جو مناسبت طریق حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے وہ سلب نہ ہو جائے۔۔

ا۔ شیخ سے اپنے کو مستغنی اور مستقل نہ سمجھے بلکہ ہمیشہ اپنے کو اس کا محتاج سمجھے سال بھر میں دو چار دفعہ کم از کم اس کی زیارت سے مستفیض ہو اور ہر مہینہ خط وکتابت سے اپنے احوال کی اطلاع دیتا رہے۔ اجازت کے بعد اپنے کو شیخ سے مستغنی سمجھ لینا سد راہ اور سم قاتل اور باعث سلب مناسبت ہے۔

قال العلامة الشعرانی قلت مرة سيدی علی الخواص رح اذا بلغ المريد مقام العرفان هل. يستغنی عن شيخه فقال اذا بلغ المريد مقام شيخه

افرد شیخه وقطع عنه فیتولاه الحق جل وعلا فیفطمه عن الخلق جمیعا ماعدا رسول الله صلی الله علیه وسلم فانه لایمکن رفع واسطة ابدا ویصیرا لشیخ بعد فطام الحق جل وعلا لهذا المرید کاظئر والدایة ویؤیده حدیث الارضاع بعد الحولین. فقلت له فاذن الشیخ یحتاج الیه مادام عندالمرید هوی او ارادة دون اللّٰہ عزوجل قال نعم لیکسر هما عنه فاذا کسر هما عنه وزالا فلاکلورة ولا نقصان اھ (ص۷۵ ج اکتاب المبین والاخلاق)

ترجمہ: میں نے ایک بار سیدی علی خواص سے عرض کیا کہ جب مرید مقام عرفان پر پہنچ جائے تو کیا شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے فرمایا جب مرید اپنے شیخ کے مقام پر پہنچ جائے اس وقت اس کو شیخ سے الگ کر دیا جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کی پرورش خود فرماتے ہیں اور بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مخلوق سے اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے باقی حضور کے واسطہ کا قطع ہونا تو کبھی ممکن نہیں اور جب حق تعالیٰ اس مرید کا دودھ چھڑا دیتے ہیں۔ اس وقت شیخ اس کیلئے بمنزلہ دایہ اور کھلائی کے ہو جاتا ہے (یعنی اب دودھ تو نہیں پلاتا مگر حفاظت کیلئے شیخ کی پھر بھی ضرورت ہے جیسے دودھ چھوٹ جانے کے بعد بچہ کو دودھ پلائی کی ضرورت تو نہیں رہتی مگر گود میں لینے والی اور کھلانے والی کی ضرورت تو اب بھی ہے اگر بچہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد تنہا رہا کرے اور اندر باہر اکیلا پھرا کرے تو ایک نہ ایک دن وہ ضرور ہلاکت میں پڑے گا۔ یہی حال مرید کا شیخ سے دودھ چھوٹ جانے کے بعد ہوتا ہے کہ ابھی اس کو عرصہ تک حفاظت شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ خوب سمجھ لو (۱۲ جامع) اور حدیث لارضاع بعد الحورلین اس کی تائید کرتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر تو جب تک مرید کے اندر خواہش اور ارادہ باقی رہے اس وقت تک شیخ کی اسے ضرورت ہے۔ فرمایا ہاں تا کہ شیخ ان دونوں کو توڑ پھوڑ کر مرید سے نکال دے۔ پس جب وہ ان دونوں کو نکال

دے گا پھر مرید میں نہ کچھ کدورت رہے گی نہ کچھ نقصان رہے گا۔ ناظرین کو اس عبارت سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مرید جب شیخ کے مقام (شیخ کے مقام پر پہنچنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شیخ کے برابر ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مرید کو اپنے شیخ سے خاص تعلق ہوتا ہے تو اس تعلق کو مناسبت کی وجہ سے مرید کو شیخ کے خاص مقام سے بھی تعلق و مناسبت اور اس کا ذوق حاصل ہوتا ہے گو دونوں تعلق و ذوق میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ) پر پہنچ جائے اس وقت تو اس کا دودھ چھوٹتا ہے جس کے بعد بھی شیخ کی احتیاج تربیت میں رہتی ہے (گو تغذی میں نہ رہے) تو جو مرید شیخ کے مقام پر بھی ابھی تک نہیں پہنچا اس کا تو ابھی دودھ بھی نہیں چھوٹا وہ شیخ سے کیونکر مستقل و مستغنی ہو سکتا ہے اور آج کل اکثر مجازین کو قبل از وصول بر مقام شیخ اجازت دیدی جاتی ہے جس کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

۲۔ اجازت کے بعد مجاز کو نفس کی نگہداشت اور مجاہدہ سے غافل نہ ہونا چاہئے مجاہدہ کی اب بھی ضرورت ہے اور ہر وقت رہے گی۔

اندریں رہ مے تراش و میخراش تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود

واعبد ربک حتی یأتیک الیقین۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تمکین کے بعد مجاہدہ کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس وقت طبعی ذوق و شوق اور جوش کا غلبہ نہیں رہتا جس سے قوی نفسانیہ پہلے مغلوب تھے۔ اس وقت قوی نفسانیہ پھر ابھرنا شروع ہوتے ہیں مگر تھوڑی سی توجہ سے نفس درست ہو جاتا ہے۔ جیسے تعلیم یافتہ اور شائستہ گھوڑا بھی کبھی شرارت کرنے لگتا ہے مگر ذرا سے اشارہ سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ خصوصاً کبر و عجب و حب جاہ سے اجازت کے بعد نفس کی نگہداشت پہلے سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ علوم و واردات

ورجوع خلق سے ان امراض کا عود شروع ہوتا ہے۔

۳۔ ذکر لسانی کا اجازت کے بعد بھی پابند رہے صرف مراقبات پر اکتفانہ کرے۔ معمولات حسب فرصت مناسب مقدار میں مقرر کر کے ان پر ہمت سے دوام کرے۔ معمولات میں تلاوت قرآن اور درود شریف استغفار کی بھی معتد بہ مقدار ہونی چاہئے۔

۴۔ حق تعالیٰ سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہے اور اس نعمت کے حصول پر نازاں ومطمئن نہ ہو استدراج ومکر سے ڈرتا رہے اور دعا کرتا رہے کہ خداوندا اس نعمت کو سلب نہ کیجیو۔ بلکہ روز بروز اس میں ترقی عطا ہو ان مقدمات اربعہ کی اگر مجازین پابندی کرتے رہیں تو ان شاء اللہ سلب نعمت سے ہمیشہ محفوظ ومامون رہیں گے۔

احمد حسن سنبھلی کو طریق سے فی الجملہ مناسبت ہوگئی تھی اور وہ مجاہدے بھی کرتا تھا جس سے حضرت شیخ کو امید ہوگئی تھی کہ اگر یہ کام میں لگا رہا تو ان شاء اللہ واصل ہوجائے گا۔ اس لئے اس کو اجازت دیدی گئی مگر وہ اجازت کے بعد اپنے کو شیخ سے مستغنی ومستقل سمجھنے لگا۔ حتیٰ کہ خود شیخ کی اصلاح کا دعویٰ کرنے لگا۔ شیخ کے لحاظ ومروت سے۔ جس کا منشا اس کا دعویٰ سیادت تھا۔ نیز طالبین کی تربیت سے کبر وعجب وحسد وحب جاہ بڑھ گیا۔ شیخ نے تو ان رذائل کی اصلاح کا حکم بھی کیا مگر اس نے کچھ عمل نہ کیا اس لئے وہ مناسبت زائل اور نعمت سلب ہوگئی۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب. رب زدنی علما. ونعوذ بالله من الحور بعد الكورومن العمى بعد الابصار ومن القطع بعد الوصل ومن الصدود بعد القرب ومن الضلالة بعد الهداية ومن الكفر بعد الايمان انه هو المنعم المنان والحمدلله رب العالمين

اب ہم حسب وعدہ اعلیٰ حضرت قدوۃ العارفین قطب الاقطاب شیخ المشائخ شاہ عبدالقدوس گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے وہ کرامت نامے مع اصل وترجمہ کے نقل کرتے

ہیں جن میں آپ نے اپنے بعض خلفاء ومجازین سے اپنی اجازت وخلافت کو سلب کیا ہے۔ اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی کو خلافت دینے کے بعد اس سے خلافت کا سلب کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ مشائخ متقدمین بھی ایسا کرتے آئے ہیں اور اس سے شیخ کی معرفت وبصیرت وتحقیق میں کچھ نقص لازم نہیں آتا۔ ورنہ معاذ اللہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ کی بصیرت کو بھی ناقص ماننا پڑے گا۔ حالانکہ ان کے کمال معرفت پر اجماع صوفیہ ہے۔

مکتوب اول ۳۵۶ مکتوبات قدوسیہ

بجانب شیخ عبدالرحمٰن شاہ آبادی حق حق حق بعد حمد وصلوٰۃ دعا خیر وصلاح عبدالرحمٰن بداند بیت بگذارم این کون ومکان بگذارم این جان وجہان جائیکہ ہست آن بے نشان گر بندہ ام انجارو م عالم خرابی است بیت راہ حق صنعت وعبارت نیست، جز خرابی درو عمارت نیست چرا کسی از خدا روبگرداند ودر فساد درآرد از شغل حق بشغل دیوان درآید و عزت خویش بشغل دیوان داند مردان جان بازند وجہان تازند وبا دوست سازند بیت این کار کسا نیست کہ خیزند ز سر جان، این خانہ خرابی زرہ بوالہوسی نیست، چرا عبدالشیطان شد ودر نفاق آورد ونا مخود بر جریدہ فمثلہ کمثل الکلب ثبت کردہ آہ ہزار آہ افسوس ہزار افسوس کار از کجا بکجا کشید واز چہ در چہ افتاد این چہ واقعہ مسجد بود بت خانہ گشت صلاح بود بفساد پیوست سبک برخیز برخیز۔ برخیز بیت ہر چہ جز حق بسوز غارت کن، ہر چہ جز دین از وطہارت کن، مخلص ویگانہ باش الا للہ الدین الخالص واگر نہ از خدا واز پیران برید ست واز راہ حق رفتہ است اجازت از ما وخلافت از ما بر خود جائز ندارد وخود را بعد ازیں شیخ درویش نخواند قطعیت ست ہوش دار ہوش، دار ہوش دار اگر توانی دست بدامن استغفار زن ومستغفر شود دیگر تو دانی واللہ المستعان از مستان باید ترسید واز زخم ایشان خود

رانگاه باید داشت بیت ماہست الستیم قضا ر انشناسیم از غایت مستی سرو پار انشناسیم ہوشدار ہوشدار ہوشدار کار خود از دست رفتہ است وترا خبر نیست بیت کشتی من کہ بگرداب خطر افتادست وہ چہ بودی کہ رسیدی بکناری یاری تو یار دیواں شدہ وشیطان گشتہ واز رحمٰن رفتہ یالیتنی لم اتحذ فلا نا خلیلا زخمی است کہ مردان از ہیبت آن زخم بیجان اندو بیزبان بیت بشتاب سوی توبہ درتوبہ کشادست واز کردن تاخیر بسی واقعہ زادست بیت بروم سرکوئی تو جان وہم ایں حیلہ وچارہ رہا کنم استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ بیت جزیاد دوست ہرچہ کنی عمر ضایع است جز حرف عشق ہرچہ بخوانی بطالت است برخیز شتاب بیاہیچ ورنک برخود جایز مدار کہ کار ابتر است ویار ابتر وزلف ابتر وہر چہ ہست ہمہ ابتران شانئک ھو الابتر دوہرہ جگ سابا چھوڑ کر ہون نج جوگن ہون باج پیاری ہی سکھی اب کو جگ نہ لیون۔

ترجمہ۔ حق حق حق ۔ بعد حمد وصلوۃ ودعائے خیر وصلاح کے عبدالرحمٰن کو جاننا چاہیئے ۔ بگذارم این کون ومکان بگذارم این جان وجہان جائیکہ ہست آن بے نشان گر بندہ ام آنجا روم اور وہ عالم اجڑنے کا ہے (بننے سنورنے اور بڑا بننے کا عالم نہیں) راہ حق صنعت وعبارت نیست جو خرابی درو عمارت نیست جو شخص کہ خدا سے رخ پھیرے اور فساد کے کام کرنے لگے وہ شغل خداوندی سے جدا ہوکر شیطانوں کے کام میں لگ جاتا ہے اور اپنی عزت انہی کاموں میں سمجھنے لگتا ہے مردان خدا جانباز ہوتے ہیں اس جہان سے پار ہوکر دوست کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ این کار کسانیست کہ خیز ندز سرجان این خانہ خرابی زرہ ابوالہوسی نیست (عبدالرحمٰن) کیوں شیطان کا بندہ ہوگیا اور نفاق ظاہر کرنے لگا اور اپنا نام فمثلہ کمثل الکلب کی لوح پر لکھوالیا۔ آہ ہزار مرتبہ آہ۔ افسوس ہزار افسوس کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور کس جگہ سے کس جگہ گر گیا یہ کیا واقعہ ہے مسجد تھی بت خانہ بن گیا۔ صلاحیت میں تھا فساد کی صورت میں آگیا جلدی اٹھ جلدی کھڑا ہو جلدی دوڑ۔ ہر چہ جز حق

بسوز دغارت کن ہر چہ جز دین از وطہارت کن مخلص اور دوست بن جاالا للّٰہ الدین الخالص۔ ورنہ خدا سے اور مشائخ (طریق) سے قطع تعلق ہے اور راہ حق سے جاتا رہا۔ ہماری طرف سے اجازت وخلافت کو جائز نہ سمجھے اور اس کے بعد اپنے کو شیخ و درویش نہ کہے۔ ہم سے قطع تعلق ہے۔ ہوش دار ہوش دار خبردار اگر ہوسکے تو دامن استغفار ہاتھ سے پکڑ اور توبہ کر اور جو ہوسکے تلافی کر واللہ المستعان مستان خدا سے ڈرنا چاہئے اور ان کے زخم سے اپنے کو بچانا چاہئے۔ مامست الستیم قضار انشناسیم' ازغایت مستی سر وپار انشناسیم' ہوشیار ہوجاؤ ہوشیار ہوجاؤ خبردار ہوجاؤ۔ تمہارا کام قابو سے نکل گیا اور تم کو خبر بھی نہیں ہے۔ کشتی من کہ بگرداب خطر افتاداست' وہ چہ بودی کہ رسیدی بکنار یاری تو شیاطین کا دوست اور خود شیطان بن گیا ہے اور رحمٰن سے پھر گیا۔ یالیتنی لم اتخذ فلا ناخلیلا یہ ایک ایسا زخم ہے مردان (طریق) اس زخم کی ہیبت سے ہیجان وبیزبان ہیں بشتاب سوی توبہ درتوبہ کشادست' واز کردن تاخیر بسی واقعہ زادست' بروم سرکوئیوتو جان وہم' ایں حیلہ وچارہ رہا کنم استغفراللہ استغفراللہ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ان تمام چیزوں سے جو اس کو ناگوار ہیں جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است جز حرف عشق ہر چہ بخوانی بطالت است اٹھو جلدی آؤ ذراسی دیر بھی اپنے اوپر جائز نہ سمجھو کہ کام ابتر ہوگیا اور بھی ابتر اور زلف بھی ابتر اور جو کچھ ہے سب ہی ابتر ہے۔ ان شانئک ھوالا بتر دوہرہ جک سبایا چھوڑ کر ہون نج جوگن ہون' باج پیاری ہی سکھی اب کو جگ نہ لیون۔

مکتوب دوم ۳۵۷ مکتوبات قدوسیہ

بجانب میاں عبدالرحمٰن شاہ آبادی حق حق حق بعد حمد وصلوۃ عبدالرحمٰن دعا خیر و صلاح مطالعہ کند و بداند کہ از بعضی کسان بیوفائی وناہنجاری ونفاق وی چندان معلوم شدکہ درتقریر نیاید اگر واقع برین است مردود ومخذول است خدا ایش ہرگز فلاح نبود این

نوع از وی محال وبعید نمود از مقبولان ہرگز چنین واقع نشود ودر ظن ایشان نبود لیس ہذا الا صفۃ المردودین المخز ولین ودر حال روی استغفار آرد و تائب گردد مخلص و یگانہ شود تاوقت باقیست وگرنہ مہلک قہر فرد بردد ورہا ویہ سپارد ولیس له من دون الله من ولی ولا نصیر حکمے قطعی است ہوشدار ہوشدار ہوشدار عبدالرحمٰن چرا عبدالشیطان شود ردی بنفاق آرد توقیر و توقیر جوید و تحقیر بفیض برزندان ماخواہد والعیاذ باللہ من ذلک آری مردود راہمان راہ مردودی ومخز ولی درپیش است چہ توان کرداز استاد خود شنیدہ ام دوہرہ بہت بودی ہجاہ تون دہک جیون تیرا سائیں تہیں تو کی بہرا دیکھ کنب کھیرا ایکو کام نہ اوسی جب پرسی بیرا چھوڑ پیارا سائیان تون چاہتہ گھنیرا قطیعت باپیران گردہ است مخزول ومطرود گشتہ است اگر او را میسر است او داند استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ قولا وفعلا وضمیرا وحاضرا وناظرا، او را خلافت بطوع ورغبت ندادہ ایم بکوشش فرزندم شیخ حمید دادہ ایم ہمان خلاف برآمد والعیاذ باللہ من ذلک وکل یعمل علی شاکلتہ چہ کند کہ سعید درراہ سعادت رود وشقی درراہ شقاوت رود خاتمہ بخیر باد۔

ترجمہ۔ بعد وصلوۃ ودعائے خیر وصلاح کے عبدالرحمٰن مطالعہ کرے اور جان لے کہ بعض لوگوں سے اس کی بیوفائی اور بدکرداری اور نفاق کا حال اسقدر معلوم ہوا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا اگر واقعہ یہی ہے تو وہ مردود ومخذول ہو چکا بخدا اس کو ہرگز فلاح نہ ہوگی۔ یہ صورت حال اس سے ایسی محال وبعید ظاہر ہوئی کہ مقبولان الٰہی سے ہرگز ایسا کام واقع نہیں ہوسکتا بلکہ ان کے گمان میں بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ طریقہ بجز مردودین و مخزولین کے کسی کا نہیں اسی وقت اس کو استغفار پر توجہ کرنی چاہئے اور تائب ہوکر مخلص و دوست بننا چاہیے ابھی وقت باقی ہے ورنہ تباہ کرنے والا قہر اسے نیچے ڈال دے گا اور جہنم کے سپرد کرے گا۔ ولیس له من دون الله من ولی ولا نصیر۔ اس کیلئے بجز خدا کے کوئی دوست ومددگار نہیں ہوگا (اور خدا کی ولایت واعانت سے خود الگ ہو چکا تو

اب کوئی بھی مددگار نہیں) یہ حکم قطعی ہے ہوشیار و خبردار آگاہ ہوجاؤ۔ عبدالرحمٰن عبدالشیطان کیونکر ہورہا ہے نفاق ظاہر کرتا اور اپنی توقیر و عزت چاہتا ہے اور ہمارے بیٹوں کی تحقیر و تنقیص پسند کرتا ہے۔ العیاذ باللہ من ذلک بیشک مردود کیلئے وہی مردودی اور مخزولی کا راستہ سامنے ہے کیا کیا جائے میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے۔ دوہرہ بہت بودی ہجاہ تون دہک جیون تیرا، سائیں تھیں تو کی بہرا دیکھ کنب کہیرا' ایکو کام نہ اوسی جب پرسی بیرا' چھوڑ پیارا سائیاں تون چاتھ گھیرا' اس نے پیروں سے قطع تعلق کیا ہے مخزول و مطرود ہوگیا۔ اگر اسے کچھ میسر ہے تو وہ جانے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ خدا کی پناہ ہے ہر اس چیز سے جو خدا کو ناگوار ہو خواہ وہ بات ہو یا فعل یا حدیث النفس خدا کو سب کچھ معلوم ہے وہ حاضر ہے۔ ہم نے اس کو اپنی خوشی سے خلافت (اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ بعض دفعہ ناقص کو بھی کسی مصلحت بامید کمال خلافت دے دیتے ہیں۔۱۲منہ) نہیں دی تھی بلکہ اپنے فرزند شیخ حمید کی سفارش سے دی تھی وہی غلطی ہوگئی۔ العیاذ باللہ ہر شخص اپنی حالت کے مطابق عمل کرتا ہے نیک بخت سعادت کے راستہ میں جاتا ہے اور بدبخت شقاوت کے راستہ میں جاتا ہے خاتمہ بخیر ہوجیو۔ (اس کے بعد شیخ نور بیگ کے خط میں انہی شیخ عبدالرحمٰن مجاز و خلیفہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں)

مکتوب سوم جز و مکتوب ص ۳۹۵ از مکتوبات قدوسیہ

تحقیق مالک عبدالرحمٰن عبدالشیطان آنجا بود بنفاق پیش آمد قاعدہ دیگر بود دیگر کشود و این سبب خزلان و خسران و سیاہ روئی دو جہان اوست ہر کہ ماہ را خاک انداز د خاک در چشم وئ فتد ماہ راچہ زبان بلکہ در خلاف مردان زخم کاریست ہرگز فلاح نہ پذیرند بیت بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات' با دردکشان ہر کہ درفتاد برافتاد۔

عبدالرحمٰن بلکہ عبدالشیطان وہاں تھا۔ وہ میرے بیٹے کیساتھ نفاق سے پیش آیا قاعدہ کچھ تھا اس نے دوسرا راستہ نکالا اور یہ اس کی خزلان و خسران اور دونوں جہان کی

روسیاہی کا سبب ہے جو کوئی چاند پر خاک ڈالے گا اسی کی آنکھ میں خاک پڑے گی چاند کا اس سے کیا نقصان ہے بلکہ مردان خدا کی مخالفت میں ایسا کاری زخم ہے کہ ہرگز فلاح نہیں ہو سکتی۔ بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات بادرو کشان ہر کہ در افتاد بر افتاد

ایک خط میں حضرت قطب الاقطاب نے اپنے ایک بہت بڑے مایہ ناز مرید کو کہ وہ بھی خلیفہ ومجاز ہیں یہ تحریر فرمایا ہے۔

مکتوب چہارم ۳۵۸ مکتوبات قدوسیہ

بجانب شیخ جلال حق حق حق بعد حمد وصلوۃ دعا خیر وصلاح شیخ جلال مرتکب تباہی بخیال از فقیر حقیر عبدالقدوس اسمعیل الحنفی مطالعہ کند و بداند ہر کہ روی از پیران بگرداند و تحقیر فرزندان ایشان بکند مردود ہر دو جہان ومطرود گرددا ولادنا اکبادنا مخصوص کہ اہل اللہ واہل حق باشند اگر تعظیم وتکریم ایشان نکند جز لعنت دیگر بار نیارد با این نفاق دین کجا ومعرفت کجا ومشاہدہ کجا اگر اخلاص واتحاد وخدمتگاری با فرزندان ما نباشد وخود را شیطان صفت شیخ ملاحدہ گویاند وجاہ نفسانی وعز شیطانی خواہد آنچہ دعویٰ بمشاہدہ ربانی وذوق سبحانی میکند آنہمہ وسوسہ شیطانی ست مکروا ومکراللہ واللہ خیرالماکرین زخم جان عارفا نست از ہیبت این زخم واقعہ مکر عارفان خواہند کہ در عدم شوند وناچیز گردند بیت کا مشکے ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش وآرام من، در ابہام عاقبت ہمیں سرست وہمیں ہیبت کجا کسی باخود است باعز خود وجاہ خود ساکن گردد آن برادر کہ ہیچ التفات بفرزندم شیخ احمد نمیکند وآمد ورفت نکند تعظیم وتکریم وی نمی آرد وخبر او نمی ستاند وغم روزگار او نمی خورد عجیب نمود ومحال کشود وبعضی معاملات آن برادر چنان معلوم شد کہ ہیچ ملعونے وہیچ مردودے نکند وکتابت برادری با جفت کفش بطور دیگر رسید ومعاملہ بطور دیگر وانمود اگر دیندار است وطالب کردگار در خدمتگاری فرزندم شیخ احمد باشد وسر در قدم

و آرد ہمہ کار ہارا بر خود لازم گیرد تواضع و تکریم و خدمتگاری فرزندم کما حقہ بجا آردو اگر چنین نکند از ما بیزاری داند و خدا و رسول خدا و آزاری داند ہرگز روی او نہ بینم و نام او نگیرم شما در سیدہ ایم امروز فردا در گزریم کار خود بہوشیاری کند شیطان زندہ است بسیار آنرا راہ زدہ است بلعم باعور و شیخ برصیصا از زخم او بدوزخ رسیدہ اند بسیار چہ نویسم خاطر ابتر شدہ است اگر چیزی کردن بتواند بکند و بخدمت و اخلاص پیش رودو اگر نہ با ما قطعیت ابدی شدہ است یقین داند واللہ المستعان

ترجمہ۔ حق حق حق بعد حمد و صلوۃ دعا و خیر و صلاح کے شیخ جلال جو میرے خیال میں تباہی کے مرتکب ہیں فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل حنفی کی طرف سے مطالعہ کریں اور جانیں کہ جو شخص پیروں سے اعراض اور ان کے فرزندوں کی تحقیر کرے گا دونوں جہان میں مطرود و مردود ہو جائے گا۔ اولادنا اکبادنا ہماری اولاد ہمارے جگر گوشہ ہیں۔ خصوصاً (وہ اولاد) جو کہ (خود بھی) اہل اللہ اور اہل حق ہوں اگر ان کی تعظیم و تکریم نہ کرو گے تو بجز لعنت کے اور کچھ پھل نہ ملے گا۔ اس نفاق کے ساتھ دین کہاں اور معرفت کہاں مشاہدہ کہاں اگر اخلاص و اتحاد اور خدمتگاری ہمارے فرزندوں کی نہ ہو اور اپنے کو شیطان کی طرح ملاحدہ اور بددینوں کا شیخ مشہور کرے اور جاہ نفسانی اور عزت شیطانی طلب کرے تو جو کچھ دعویٰ مشاہدہ ربانی اور ذوق و شوق سبحانی کا کیا جاتا ہے وہ سب شیطانی وسوسہ ہے۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین یہ عارفوں کی جان کا زخم ہے۔ اس زخم مکر کی ہیبت سے عارفین یوں چاہتے ہیں کہ مٹ جائیں نیست و نابود ہو جائیں۔ کاشکی ہرگز نبودی نام من، تا نبودی، جنبش و آرام من، انجام کے مخفی رکھنے میں یہی راز اور یہی ہیبت ہے۔ کوئی اپنی ذات کے ساتھ موجود ہی کہاں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی عزت و جاہ کے ساتھ ساکن و مطمئن ہونا چاہتا ہے اور آن برادر (یعنی مکتوب الیہ) نے جو کہ میرے فرزند شیخ احمد کی طرف کچھ التفات نہیں کرتے نہ ان کی

خدمت میں آمد ورفت کرتے ہیں نہ ان کی تعظیم وتکریم بجالاتے ہیں نہ ان کی خبر لیتے نہ ان کا غم کھاتے ہیں۔ عجیب برتاؤ ظاہر کیا اور نفاق کھول دیا اور بعض معاملات ان برادر کے ایسے معلوم ہوئے ہیں کہ کوئی مردود اور کوئی ملعون ایسا نہیں کرسکتا۔

اگر آپ دیندار ہیں اور خدا کے طالب تو میرے فرزند شیخ احمد کی خدمتگاری میں رہیں اور ان کے قدموں میں سر رکھیں اور ان کے تمام کام اپنے اوپر لازم سمجھیں اور خاطر تواضع وتعظیم وتکریم میرے فرزند کی کماحقہ بجالائیں اگر ایسا نہ کرو گے تو ہماری طرف سے بیزاری جانو اور خدا ورسول خدا کی دل آزاری سمجھو۔ میں ہرگز تمہارا منہ نہ دیکھوں گا نہ کبھی نام لوں گا۔ میں ۸۰ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہوں۔ آج کل میں چل بسوں گا اپنا کام ہوشیاری سے کرو شیطان زندہ ہے اس نے بہتوں کا راہ مارا ہے۔ بلعم باعور اور شیخ برصیصا اس کے زخم سے جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں خاطر ناساز ہے۔ اگر کچھ کرسکتے ہو کرلو اور خدمت اور اخلاص کے ساتھ پیش آؤ ورنہ ہم سے ہمیشہ کیلئے قطع تعلق ہو چکا ہے۔ یقین جانو یقین جانو واللہ المستعان۔

ناظرین نے غور کیا ہوگا۔ ان مکتوبات میں حضرت قطب الاقطاب نے اپنے بعض بڑے بڑے خلفاء کو ایک ذراسی بے اعتنائی پر جو فرزند شیخ کے ساتھ ان سے ظہور میں آئی تھی۔ سلب خلافت واجازت ومطرودیت ومردودیت وغیرہ کی کیسی سخت سخت دھمکیاں دی ہیں تو بھلا جس شخص نے خود اپنے عارف ومتبع سنت شیخ کے ساتھ بے اعتنائی سے زیادہ بے حیائی گستاخی وعداوت کا وہ برتاؤ کیا ہو جو کوئی دشمن کسی دشمن کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا تو اس کے مردود ہونے میں کیا کسر رہ گئی ہے۔

۲۔ جن حضرات کو شیخ نے یہ دھمکیاں تحریر فرمائی ہیں انہوں نے بہت جلد خائف وترسان ہو کر توبہ ومعذرت کی اور حضرت شیخ کی اولاد ہی کو طلب عفو کا ذریعہ بنایا جس کے بعد ان کا قصور معاف ہوا اور نعمت سلب شدہ پھر واپس مل گئی۔ (جیسا کہ

مکتوبات مندرجہ ص ۳۶۰ و ۳۳۲ سے معلوم ہوتا ہے) اور یہ علامت ہے ان حضرات کی سعادت مندی کی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے جو کچھ بے اعتنائی فرزند کے شیخ کے ساتھ ظاہر ہوئی تھی وہ کسی عذر یا تساہل کی وجہ سے تھی عناد یا تحقیر کا قصد نہ تھا **و فقنا الله تعالیٰ لما یحب ویرضی و نعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله وغضب اولیاء اجمعین آمین.**

طرفہ۔اس مضمون کے ختم کر چکنے کے بعد جی چاہا کہ اس موذی کے متعلق دیوان حافظ سے تفاول کروں اور جو کچھ مضمون نکلے ناظرین کی تفریح طبع کیلئے پیش کروں۔ چنانچہ بعد فاتحہ اور دعا کے بسم اللہ کر کے جو دیوان مذکور کھولا تو ص ۲۰۲ کے شروع ورق ہی پر اشعار ذیل نمودار ہوئے جو اس موذی کی حالت کے بالکل مطابق ہیں۔چند بناز پرورم مہر بتاں سنگدل' یاد پدر نمی کنند این پسران ناخلف' از خم ابروئے تو ام ہیچ کشائشے نشد' وہ کہ درین خیال کج عمر عزیز شد تلف' الی قولہ' بیخبر ند زاہدان نقش بخوان ولاتقل مست ریاست محتسب بادہ بنوش ولاتخف' صوفی شہر بین کہ چون لقمہ شبہ می خورد بال ودمش دراز باد این حیوان خوش علف' شعر اوّل میں سنگدلی واحسان فراموشی اور پسر ناخلف ہونے کا ذکر ہے۔دوسرے شعر میں کجی طبیعت کی طرف اشارہ ہے۔تیسرے شعر میں زاہد و محتسب کو بیخبر اور ریا کار بتلایا ہے۔یہ ایک واقعہ ہے کیونکہ اس موذی کو بھی زہد واحتساب کا بڑا دعویٰ تھا مگر سب کا منشا ریا کاری اور طریق سے بیخبری تھی۔چوتھے شعر میں ذریعہ معاش کے مشتبہ ہونے کا ذکر ہے اور اس وجہ سے اس کو حیوان خوش علف کہا گیا ہے۔یہ بھی ایک واقعہ ہے اس موذی کو توکل کا ایسا دعویٰ تھا کہ جائز صورت ملازمت کو بھی حرام سمجھتا تھا اب وہ سب توکل خاک میں مل گیا اور ایسی جگہ ملازمت ہے۔جہاں چندہ حلال حرام کی کچھ پرواہ نہیں۔ **اعاذنا الله منه اللهم ارحمنا بِترک المعاصی ابدا ما ابقیتنا وارزقنا حسن النظر فیما یرضیک عنا .**

ضمیمہ الانسداد لفتنۃ الارتداد

نقل خط ۲ وفد مدرسہ وخانقاہ امدادیہ

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ النور ص ۳۶ بابت شعبان ۱۴۱ھ)

سیدنا وسیلتنا حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ گزارش خدمت والا درجت آنکہ کمترینان دہلی سے روانہ ہوکر تحصیل نوح ضلع گڑگانوہ میں بمعیت مولوی الیاس صاحب ایک ہفتہ رہے۔ پانچ مکتب جاری ہوئے لیکن اس علاقہ میں ارتداد کا اندیشہ فی الحال نہ تھا کیونکہ وہ لوگ گوشت خور ہیں ان کو ہندو نہیں کر سکتے اگر چہ جہالت کی وجہ سے دیگر حالت بالکل ہنود کی سی ہے ونیز مولوی صاحب مذکور نے فرمایا کہ اس وقت آئندہ دور کا موقع نہیں۔ پھر مناسب وقت میں آوٗں گا اس لئے ہم آگرہ چلے گئے وہاں ہفتہ عشرہ قیام کیا۔ اس عرصہ میں دیہات کا دورہ کیا کوئی سبیل نفع کی بہم نہ پہنچی جو ہم سے ہو سکی اور جو صورت مبلغین کر رہے ہیں۔ اس سے نفع ہے مگر ہم سے اختیار نہ کی گئی کیونکہ کوئی امداد کرنے والا وہاں کی مشکلات میں دستیاب نہ ہوسکا۔ ایک کارڈ نوح سے اور ایک لفافہ آگرہ سے ارسال خدمت اقدس کیا گیا لیکن اب تک کسی کا جواب موصول نہ ہوا۔

اس لئے یہ مختصر حال دوبارہ تحریر ہے۔ اب خاکساران قصبہ پلول ضلع گڑگانوہ میں آئے ہیں یہاں سخت ضرورت تھی۔ پیشتر ایک آدمی نے آکر حالات دیکھے پھر دوسرے کو یہاں کے امام مسجد جامع نے خط لکھا اب دونوں اس جگہ کام کر رہے ہیں کامیابی ہو رہی ہے۔ دعائے ترقی فرمائیں اس جگہ کل ملکانے آریہ ہونے پر آمادہ تھے اس لئے شردھانند خود یہاں آیا مگر مسلمانوں کی کوشش سے وہ بالکل ناکام گیا۔ ایک ملکانہ بھی شامل نہ ہوا۔ لیکن ان ملکانوں کو اب پختہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اس

لئے کچھ یوم یہاں قیام ہوگا۔ ونیز دیہات میں اس قصبہ کے اثر سے کام ہوگا۔

اس جگہ چند قادیانی آکر اپنا بہت کچھ اثر قدیم مسلمانوں پر ڈال چکے تھے۔ ان کی بھی مخالفت کرنی پڑی۔ بحمداللہ جماعت کثیرہ ان کے مکائد سے واقف ہوگئی اور ان سے علیحدہ ہوگئی چند آدمی ان کے ساتھ رہ کر آریونکا مقابلہ کرنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن مذہب ان کا اختیار نہیں کیا۔ علاوہ ازیں تین گاؤں میں ان کا اثر پڑچکا لیکن ان میں دو جگہ تو ان کی مدافعت کے وسائل بہم ہوگئے۔ ایک جگہ کا خیال ہے ونیز آٹھ دس گاؤں میں آریہ بہت بڑی کوشش کررہے ہیں۔ ان میں جانے کا خیال ہے، دیوبند وغیرہ سے مبلغ بھیجنے کو لکھا ہے دعاء کامیابی فرمائیں اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے بچائیں اور یہ کوشش ہمارے اور ملکانہ وغیرہ اقوام کیلئے مفید ہو آمین۔

فدوی عبدالکریم ومولوی عبدالمجید صاحب ازپلول ضلع گڑگانوہ جامع مسجد ۱۲ رمضان ۱۳۴۱ھ

ضمیمہ الحاق مزید صفحہ (۲۳) سطر (۱۲) از احقر مدیر

قولی۔ نیز اس موذی نے پیری مریدی کا بھی یہی جال پھیلا ہے الخ۔

اقول۔ چنانچہ یہ موذی اخراج خانقاہ کے بعد اپنے کو جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ دیوبند کا اجازت یافتہ بتلاتا تھا۔ (اس موذی نے ایک شجرہ بھی چھپوایا ہے جس میں دو امر حیرت انگیز ہیں ایک یہ کہ اس میں اپنے نام سے بھی توسل کیا ہے۔ اس طرح رشید احمد حسن عبد خدا کے واسطے دوسرے جناب مفتی صاحب کا نام شعر میں نہ آسکنے کی وجہ سے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔ یعنی عزیز الرحمٰن ۱۲ منہ نہ اول میں کوئی لقب نہ آخر میں لفظ ادب یہ پیر کے ساتھ معاملہ ہے جو اسباب حرماں سے ہے۔ بقول مولانا رومی ع بے ادب محروم ماند از فضل رب عجب نہیں اپنی بیہودگی سے یہ پہلے ہی سمجھ رہا ہو کہ اس پیر سے بھی قطع تعلق ہونے والا ہے اس لئے ادب کی ضرورت نہ سمجھی ہو واقعی الھمھا فجورھا کا بھی وقوع ہوتا ہے۔ ۱۲ مدیر) چونکہ اس میں کسی طرح اس کی

اہلیت کا احتمال نہ تھا۔ اس لئے جناب مفتی صاحب کے پاس اصل رسالہ بھیج کر ان سے اس واقعہ کی اجازت کی تحقیق بذریعہ خط کی گئی۔

جناب مفتی صاحب کا جو خط آیا وہ ذیل میں منقول ہے اور اصل خط محفوظ ہے۔

نقل جواب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ عالیہ دیو بند

مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی تھانہ بھون سے علیحدگی کے بعد سہارنپور اور سہارنپور سے دیوبند آئے۔ واقعات علیحدگی ایسے انداز سے قرائن کے ساتھ منطبق کر کے بیان کیئے کہ بربناء ظن تدین جو زمانہ قیام تھانہ بھون سے تھا ان کو سچا سمجھا گیا۔ البتہ ان کی اس طرح مخالفانہ علیحدگی کو زود رنجی اور غلطی رائے پر محمول کیا گیا کہ معمولی یا قابل تاویل معاملات سے انہوں نے ایسے نتائج نکالے جو رضا کی حالت میں نہ نکالے جاتے اور ان کی اس طرح سے علیحدگی کو عجلت پر محمول کر کے یہ خیال کرلیا کہ یہ ملال جو اس وقت پیش آیا ہے اور جس پر بلا تدبر عمل کرلیا ہے رفع ہوجائے گا اور پھر اپنی اصلی حالت کی طرف رجوع کرلیں گے۔ اس خیال پر دیوبند کے اکثر اصحاب نے جن سے مولوی صاحب نے اعلان فسخ بیعت کا تذکرہ کیا اس ارادہ سے روکا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب مجھ سے طالب اجازت ہوئے اور اس پر بے حد اصرار بذریعہ تحریر کیا کہ میرا سلسلہ منقطع ہوا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بلا انقطاع قائم رہے۔ ان کے بے حد اصرار پر بندہ نے مولانا سلمہ کی ہی اجازت پر اعتماد کر کے ان کو اجازت دیدی۔ اس کے بعد جب وہ بندہ سے نسبت نقشبندی کی تکمیل کے طالب ہوئے اور بذریعہ خطوط بے حد اصرار کیا تو میں نے کہہ دیا کہ استخارہ اس کے موافق نہیں ہے۔

اس پر انہوں نے سکوت کیا اور پھر مجھ سے اس بارہ میں خط و کتابت نہیں کی۔ اگرچہ مجھے ابتداءً یہ خیال تھا کہ وہ مولانا کی طرف رجوع کریں گے۔ لیکن جب فسخ بیعت کا اعلان کردیا تو گو اس طرف سے مایوسی ہوگئی مگر اس قدر گستاخی اور

سوءادب کا مجھے علم نہ تھا جو حکایات الشکایات مندرجہ النور ماہ رمضان المبارک ۴۱ھ کے دیکھنے سے ہوا ان کے ان خطوط کو دیکھ کر گنجائش نہیں ہے کہ میں اس تعلق کو جس کی بنا پر اجازت دی تھی قائم و باقی سمجھوں۔ حالات و واقعات کی تحقیق سے قطع نظر اس درجہ کی گستاخی اور سب وشتم میرے نزدیک جائز نہیں ہے اور نہ اس سے شرعاً وعقلاً چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔ ہمارا اور مولانا کا تعلق دینی ہے دنیاوی معاملات یا نفسانیات کو اس میں دخل نہیں ہے۔ فروعی مسائل میں اختلاف رائے سے ایسے تعلقات منقطع نہیں ہوتے۔ اس کی صدہا نظائر موجود ہیں کہ باوجود سخت اختلاف رائے کے نسبت وداد وارتباط قائم رہتی ہے۔ ۱۱شوال ۴۱ھ۔

نوٹ: جناب مفتی صاحب کی اس تحریر سے جس طرح حضرت حکیم الامت قبلہ و کعبہ مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم کی رائے کا مسائل حاضرہ میں احتمالاً واجتہاداً حق ہونا ثابت ہوا۔ اسی طرح اس موذی کی اجازت کا یقیناً وجزماً باطل ہونا ظاہر ہوا۔ لہٰذا خیر خواہی سے ناظرین کو مطلع کرتا ہوں کہ صاحب حق کے ساتھ مخالفت وعداوت کر کے اور صاحب باطل کی موافقت ومتابعت یا بیعت کر کے اپنے دین کو تباہ نہ کرنا چاہیے۔

والسلام

احقر محمد شبیر علی عفی عنہ خادم خانقاہ امدادیہ مدیر رسالہ النور تھانہ بھون ۱۷شوال ۱۳۴۱ھ

ضمیمہ ثانیہ الحاق مزید

(سلسلہ کیلئے النور ۵و۶ بابت ماہ رمضان وشوال ۱۳۴۱ھ صفحہ (الف) بعد ص ۴۲ ملاحظہ ہو)

ہرچہ گیرد علتی علت شود جب کیا تنگ بتوں نے خدا یاد آیا

ان دونوں مثلوں کے مجموعہ کا ایک مصداق احمد حسن سنبھلی کا ایک واقعہ ہے وہ یہ کہ جب رسالہ النور ج ۳، ۵ و ۶ بابت رمضان وشوال ۱۳۴۱ھ میں اس موذی کی بے حیائی کے خطوط شائع ہوئے اور ان خطوط پر جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی یہ

رائے اسی رسالہ میں تحت عنوان ضمیمہ الحاق مزید شائع ہوئی کہ ان خطوط کو دیکھ کر گنجائش نہیں ہے کہ میں اس تعلق کو جس کی بنا پر اجازت دی تھی۔ قائم و باقی سمجھوں جس میں تصریح ہے اس سے تعلق قطع کر دینے کی بھی اور اس کو جو اجازت دی تھی اس کے منسوخ ہونے کی بھی جس کی نسبت اس تحریر میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ''ان کے بے حد اصرار پر بندہ نے مولانا سلمہ ہی کی اجازت پر اعتماد کر کے ان کو اجازت دیدی'' جس سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجازت ہی معتبر نہ تھی کیونکہ جب اس کی بنا حضرت قبلہ وکعبہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم کی اجازت پر اعتماد تھا اور یہ اجازت دو وجہ سے باطل ہو چکی تھی۔ ایک اس وجہ سے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم خود نا اہل سمجھ کر خانقاہ سے اس کو خارج کر چکے تھے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ خود اس موذی نے ان پر مفتی صاحب کے سامنے بہت سے کذبات و بہتان لگائے تھے جس کو مفتی صاحب اس ہی تحریر میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ''واقعات علیحدگی ایسے انداز سے قرائن کے ساتھ منطبق کر کے بیان کئے کہ بر بناء ظن تدین جو زمانہ قیام تھانہ بھون سے تھا ان کو سچا سمجھا گیا'' الی قولہ ''مگر اس قدر گستاخی اور سوء ادب کا مجھے علم نہ تھا'' ان اقوال میں تصریح ہے کہ اجازت کی بنا ہی غیر واقعی تھی۔ سو اوّل تو وہ اجازت ہی بنا الفاسد علی الفاسد تھی پس درجہ حقیقت میں تو وہ اجازت پہلے ہی سے غیر واقعی تھی مگر اس کی جو ظاہری صورت تھی عبارت بالا میں تصریح ہے۔ اس اجازت کے فسخ کر دینے کی بھی۔ ادھر تو اس موذی کو اس سے پریشانی ہوئی کہ میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا ایک امر تو یہ پیش آیا دوسرا امر یہ پیش آیا کہ ان بے حیائی کے خطوط کو دیکھ کر عام طور سے لوگوں کو اس سے تنفر ہو گیا اس کو اس کا بھی احساس ہوا اور آئندہ زیادہ تنفر کا اندیشہ ہوا جس کو اپنے اغراض دنیویہ کا مانع سمجھا۔

تیسرا امر یہ پیش آیا کہ جس تنخواہ کی بنا پر اس کا یہاں قیام تھا اس کا انتظام درہم

برہم ہو گیا اور خود اس کو وعظ میں کچھ چندہ نہ ملا۔

چوتھا امر یہ پیش آیا کہ جن کو یہ اپنا معتقد سمجھتا تھا انہوں نے اس سے بے رخی بلکہ کشیدگی شروع کی اور یہ وہ حضرات تھے جن کی نسبت حضرت حکیم الامت دام ظلہم اپنے رسالہ تتمہ ثانیہ حکایات الشکایات میں لکھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ سازشیں شروع کیں جن کو وہ بزعم خود میرا مخالف سمجھتا تھا حالانکہ وہ سب میرے بھائی تھے اس بے رخی و کشیدگی کے اسباب مختلف تھے۔

اولاً کثرت اختلاط سے اس موذی کی حرکات خفیفہ اور غلط فتوؤں اور اغراض پرستی کا ان کو علم ہو گیا۔

ثانیاً۔ مالی سرمایہ نہ رہنے سے اس کا قیام ان کے قلب پر بار ہونے لگا۔

ثالثاً۔ اس نے ان میں سے بعض کی نسبت بعضے ایسے اُمور قبیحہ منسوب کیے جن پر کوئی حجت شرعیہ قائم نہ تھی۔ اس لئے ان کو اس سے رنج ہو گیا۔ غرض اس کے اور ان کے درمیان میں بالکل شتت شملھم کا ظہور ہو گیا۔ بلکہ کشیدگی سے بڑھ کر اس کے بعض دوستوں کو اس سے عداوت وفکر ایذادہی کی نوبت پہنچ گئی۔ جب اس نے چاروں طرف سے پریشانیوں کا ہجوم دیکھا تو اب اسکو حسب مضمون مصرعہ ثانیہ سرخی توبہ کی سوجھی مگر حسب مضمون مصرعہ اولی سرخی توبہ کا رنگ بھی وہ اختیار کیا جس سے وہ توبہ اس شعر مثنوی کا مصداق ہو گئی۔

اے خبرہات از خبر دہ بے خبر   توبہ تو از گناہ تو بتر

چنانچہ اس توبہ کی صورت اور ساتھ ساتھ اس توبہ کی علتوں کو ظاہر کرتا ہوں۔

صورت تو یہ اختیار کی کہ اول تھانہ بھون سے اپنا فرار تجویز کیا اور اس کی بنا یہ مشہور کی کہ جو مقصود تھا یہاں قیام کرنے سے کہ ترکوں کو قوت ہو جائے وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ اب ضرورت یہاں قیام کی نہیں رہی۔ حالانکہ بنا اس کی وہ اُمور چارگانہ ہیں جو اوپر معروض

ہوئے جن میں امر رابع کے اسباب وہ امور سہ گانہ ہیں جو ان کے بعد مذکور ہوئے اور قطع نظر اس سے کیا کوئی عاقل اس کا احتمال بھی ذہن میں لا سکتا ہے کہ اس موذی کے قیام تھانہ بھون سے ترکوں کو قوت حاصل ہوگئی۔ یہ اگر فساد دماغ نہیں تو کیا ہے۔ پھر دو مسودے توبہ نامے کے تیار کئے جن میں ایک مسودہ میں خطاب عام ہے۔ دوسرے میں جناب مفتی صاحب کو خطاب خاص ہے جو بہ ترتیب ذیل میں منقول ہیں۔

توبہ نامہ عام

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ النور ماہ رمضان المبارک میں جو مضامین حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب نے احقر احمد حسن کے متعلق تحریر فرمائے ہیں سو چونکہ احقر اس سے زیادہ عیوب و معاصی میں ملوث ہے۔ نیز وہ مضامین صرف احقر کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ کہ مسائل تحقیق طلب ہیں۔ اس لئے بلا تحقیق اس امر کے کہ کون سے مضمون کی نسبت میری طرف صحیح ہے اور کون سے مضمون کی غلط اور صحیح مضامین میں بھی کس مضمون سے رجوع لازم ہے اور کس مضمون سے نہیں۔ بصد عجز احقر حضرت سے معافی چاہتا ہے اور ان کے علاوہ بھی جو ایسے ہی اور مضامین حضرت والا کے ذہن میں ہوں ان سے بھی عفو کا خواستگار ہوں اور ان اُمور کی وجہ سے جن حضرات کو بھی تکلیف ہوئی ہو ان سے بھی عفو کی درخواست ہے۔ فقط

توبہ نامہ خاص

از احقر سید احمد حسن بعالی خدمت حضرت سیدی مفتی شاہ عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم بعد تحیہ مسنون کے عارض خدمت والا ہوں کہ احقر نے حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب سے معافی کرالی ہے جیسا کہ عریضہ ملفوفہ سے اور حامل عریضہ ہذا کی تقریر سے ظاہر ہوگا۔ اس لئے امید قوی رکھتا ہوں کہ حضور والا بھی احقر کو حسب

سابق اپنے سلسلہ میں داخل تصور فرمائیں گے اور تعلق کو برقرار رکھیں گے اور اپنے سایہ شفقت سے علیحدہ نہ فرمائیں گے۔ احقر کو حضور سے قطع تعلق ہرگز گوارا نہیں ہوسکتا اور وجہ علیحدگی بھی مرتفع ہوچکی ہے۔ حضور والا صرف اس قدر عبارت تحریر فرمائیں کہ صورت موجودہ میں میں اپنے سابق مضمون سے رجوع کرتا ہوں اور اپنے اور احمد حسن کے تعلقات برقرار رکھتا ہوں۔ نیز علاوہ اس کے کہ احقر کو اس امر سے غایت سرور بعد غایت حزن کے حاصل ہوگا۔ اس میں ایک فتنہ عظیمہ کا دفع بھی ہے کہ بہت لوگ حضور والا کے اور احقر کے باہمی تعلقات سے واقف ہوگئے ہیں اور اسی سلسلہ میں حق تعالیٰ کا نام بھی احقر سے سیکھ چکے ہیں۔ پس یہ انقلاب ان کیلئے خصوصاً اور عموماً دوسرے لوگوں کیلئے بھی باعث فتنہ ہے والسلام۔

توبہ نامہ عام قابل غور ہے جس شخص کو اس موذی کی جنایات کا اور اس کے ساتھ ہی قواعد شرعیہ کا علم ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ توبہ نامہ کافی ہوسکتا ہے یا نہیں۔ کیا اس توبہ کی تصحیح کیلئے اس کی ضرورت نہیں کہ

ا۔ اس نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم پر مجالس عامہ و اخبارات میں جو جو بہتان باندھے ہیں جن کی طرف رسالہ النور مذکورہ بالا کے صفحہ ۲۱ سطر اوّل میں اشارہ ہے ان سب کا رد شائع کرے اگر تفصیلاً نہیں تو اجمالاً ہی سہی مگر ابہاماً نہیں کہ میں نے جو اپنی تقریرات میں ہذیاں بکا ہے وہ سب سراسر زور و بہتان ہے۔

۲۔ جو جو بہتان حضرات دیوبند کے سامنے اس نے لگائے ہیں (جن کا جھوٹ ہونا ان حضرات کو دوسرے ذرائع سے معلوم ہوگیا جس کی طرف مفتی صاحب کی اس تحریر بالا میں اشارہ ہے کہ واقعات علیحدگی ایسے انداز سے الخ خصوص جبکہ اس کے ساتھ مفتی صاحب کے اس ارشاد کو منضم کیا جائے جو اس تحریر میں ہے کہ ہمارا اور مولانا کا تعلق دینی ہے الی قولہ فروعی مسائل میں اختلاف رائے سے ایسے تعلقات منقطع نہیں

ہوتے۔ کیونکہ اگر ان بہتانوں کو وہ سچا سمجھتے تو دینی تعلق رکھنے کو کب جائز جانتے بہر حال دوسرے ذرائع سے ان حضرات کو اس موذی کا کاذب ہونا گو معلوم ہو گیا مگر اس کے ذمہ بھی تو واجب ہے کہ) ان سب بہتانوں کی ان کے سامنے تکذیب کرے۔

۳۔ جو جو ایذا دہ و دل آزار خطوط اس نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو لکھے ہیں ان سب کے تدارک کے مضامین اگر عام طور پر شائع کرنے کی ہمیت نہ ہو تو خاص ہی خطاب سے ان کے نام لکھے تا کہ اگر وہ چاہیں تو شائع کر سکیں۔

۴۔ جو جو شبہات و اعتراضات مسائل کے متعلق حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی نسبت ہوں اگر وہ باقی ہوتے تو توبہ نامہ ہی کیوں لکھا جاتا۔ پس جب باقی نہیں تو جن جوابوں کے سبب وہ زائل ہوئے ہیں ان سب جوابوں کو شائع کرے۔

۵۔ پھر حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی عداوت میں جن سے دوستی کی تھی اور اس دوستی میں ان لوگوں کو غلط فتویٰ دیئے ہیں جن کا اثر اضلال ان لوگوں سے متجاوز ہو کر دوسرے عامہ تک بھی پہنچا ہے ان فتوؤں کی تغلیط شائع کرے۔

۶۔ پھر حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے ساتھ اور بھی جن مسلمانوں کی نسبت ایسے معاملات کئے ہیں ان سب سے بھی اسی طریق سے معافی چاہے اور اس کے متعلق توبہ نامہ عامہ کے اخیر میں جو عبارت ہے وہ صرف ان تکالیف کے متعلق ہو سکتی ہے جو ان حضرات کو حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے معاملات کے ضمن میں پہنچی ہیں لیکن جو تکالیف ان کو مستقلاً براہ راست ان حضرات کا نام لے کر ان پر کذب و بہتان بندی کر کے پہنچائی ہیں یہ عبارت ان کیلئے کیسے کافی ہو سکتی تھی۔

۷۔ پھر عنوان ان سب مضامین معذرت کا ایسا ہو جس سے غایت درجہ کی ندامت و خجلت کے ساتھ صاف اعتراف جرم کا ہو نہ کہ اس میں اپنی برأت اور جس سے معاف کرا رہا ہے اس کی غلط بیانی کا پہلو ہو۔ جیسا کہ توبہ نامہ موجودہ کی اکثر

عبارات میں اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اہل لساں واہل وجدان پر ظاہر ہے اور عنقریب سرخی ایقاظ میں بھی آتا ہے۔

دفع غلط

اور میں جو لکھ رہا ہوں محض اس مدعی توبہ کی مصلحت دینیہ کیلئے لکھ رہا ہوں اس میں ہم لوگوں کی کوئی غرض نہیں کیونکہ ہمارا اصل مقصود تو اس سے بھی حاصل ہے کہ اس توبہ نامہ میں اس کا تو اقرار ظاہر ہے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کو جو جائز سمجھتا تھا اب اس کو ناجائز سمجھتا ہے کیونکہ اگر اس کے اعتقاد میں وہ ناجائز نہ ہوتا تو پھر معافی چاہنے کے کیا معنی۔ پس ہمارے لئے تو یہی کافی ہے لیکن چونکہ اس کی اصلاح دین کیلئے کافی نہیں۔ اس لئے اس کا طریق بتلا رہا ہوں۔ اب اس کو اختیار ہے خواہ توبہ کی تکمیل باقاعدہ کرے یا نہ کرے۔

ایقاظ

اس توبہ نامہ عامہ کی یہ عبارت کہ صرف احقر کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ مسائل تحقیق طلب ہیں۔ اس لئے بلا تحقیق اس امر کے کہ کون سے مضمون کی نسبت میری طرف صحیح ہے اور کون سے مضمون کی غلط اور صحیح مضامین میں بھی کس مضمون سے رجوع لازم ہے اور کس مضمون سے نہیں الخ یہ عبارت ساری توبہ کو گندہ کرتی ہے کیونکہ اس میں تو کسی خطا کا اعتراف ہی نہیں بلکہ ہر ہر خطا میں احتمال نکال دیا کہ میری طرف جو امور منسوب کئے ہیں ہر ایک میں یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف جھوٹ منسوب کر دیا ہو اور جو سچ بھی ہوں ان میں سے بھی ہر ایک میں یہ احتمال ہے کہ ان سے توبہ واجب نہ ہو پھر وہ توبہ کاہے سے ہوئی بلکہ وہ توبہ ہی کیا ہوئی ایسی کیا مصیبت اس پر پڑی تھی جس کے سبب ایسی پہلو دار توبہ کر کے جان بچائی۔ دیکھئے اس کو کہتے ہیں کہ تکبر واستنکاف علاوہ اس کے

یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے کہ ان عبارات کا مسائل تحقیق طلب سے تعلق نہیں۔

آخر جو کلمات ناپاک حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے متعلق استعمال کئے ہیں بنا ان کی خاص مسائل ہی تو ہیں جن میں وہ اپنی شق کو قطعی اور دوسری شق کو باطل کہتا تھا ورنہ اس کے ساتھ لین دین کا کونسا ایسا اہم معاملہ تھا جو ان نجس کلمات کا مجوز تھا۔ پس اگر اب بھی اس کی وہی رائے ہو تو صاحب باطل قطعی سے معافی مانگنے کے کیا معنی اور اگر رائے بدلی ہے تو توبہ میں اس کی تصریح چاہئے کہ ان مسائل میں وہ شق بھی محتمل صواب ہے اور میرا اس کو باطل کہنا باطل ہے کیا یہ تلبیس و تدلیس نہیں ہے کیا توبہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ اب توبہ نامہ خاص کی طرف توجہ فرمائیے۔

ا۔ سب سے اوّل اتنا جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم سے معافی کرالی ہے ان سے اس موذی نے باقاعدہ معاف ہی نہیں کرایا۔ صرف ایک صاحب سے ذکر کیا تھا کہ کسی طرح میری خطا معاف کرادو ان صاحب نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم سے ذکر کیا انہوں نے کہا کہ میرے یہاں تو معافی عام ہے خطا سے پہلے پیشگی ہی معاف کردیتا ہوں۔ بس اس معافی کو یہ موذی کافی سمجھتا ہے اس سے بحث کرنا کہ عدم مواخذہ فی الآخرۃ کیلئے یہ کافی ہے یا نہیں یہ تو علماء و فقہاء کا وظیفہ ہے۔

مگر اس وقت قابل نظر یہ امر ہے کہ جن سے معافی کرائی ہے ان کو جس قدر ایذا پہنچی ہے کیا یہ عنوان اس ایذا کے رفع کیلئے کافی ہے اگر کافی نہیں اور یقیناً کافی نہیں تو کیا معافی کا ایک خاص مقصود کہ ارضاء و تطییب قلب ہے اس سے حاصل ہو گیا اگر حاصل نہیں ہوا تو کیا اس اعتبار خاص سے یہ معافی کالعدم نہیں ہے مگر بے حسی کا کیا علاج۔ باقی اگر اس توبہ نامہ عامہ سے کسی کو شبہ ہے کہ اس میں تو معافی کرائی ہے تو یہ توبہ نامہ عامہ نہ ابھی شائع ہوا نہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم کی نظر سے گزرا۔ ہم کو ایک خاص ذریعہ سے حاصل ہو گیا۔ چنانچہ آگے آتا ہے اس لئے اس کا حوالہ مراد نہیں

ہوسکتا۔ غرض جس بناپر مفتی صاحب کو یہ راضی کرنا چاہتا ہے وہ بنا ہی غلط ہے تو مفتی صاحب کو دھوکہ دیتا ہے۔ اوّل تو اس بنا کا غلط ہونا ہی تمام تر مضمون کے لغو ہونے کیلئے کافی ہے۔ حتیٰ کہ اگر مفتی صاحب اس کی مابعد کی درخواست اعادہ تعلق کو پورا بھی کردیتے تب بھی واقع میں وہ معتبر نہ ہوتی کیونکہ بناء الفاسد علی الفاسد تھی اور اب تو قبول سے اور امور بھی مانع ہیں جو آئندہ نمبروں میں مذکور ہیں۔ پھر ان سب سے قطع نظر معافی ہونے سے اہلیت اجازت کی تو لازم نہیں آتی اور عدم اہلیت کا علم خود مفتی صاحب کو ہو چکا تو وہ کیا مفتی صاحب کو بچہ سمجھ رہا ہے کہ باتیں بنا کر پھسلا لے گا۔

۲۔ اس شخص کا تکبر دیکھئے کہ جن سے معذرت کر رہا ہے اور جن کو راضی کرنا چاہتا ہے یہ توفیق نہیں ہوتی کہ حاضر ہو کر عرض معروض کرے نہ محسن سابق یعنی حضرت حکیم الامت دام ظلہم کے ساتھ اس کی توفیق ہوئی نہ محسن لاحق یعنی مفتی صاحب کے ساتھ جن کو اب بھی پیر رکھنا چاہتا ہے گو وہ مریدی سے خارج کر چکے ہیں ان کیلئے بھی توبہ نامہ خاصہ لکھ کر ایک صاحب کو دے دیا ہے کہ تم جا کر دیدینا۔

۳۔ پھر آگے مفتی صاحب سے فرمائش کرتا ہے کہ آپ ایسا مضمون لکھ دیں۔ پھر نہ اس میں کوئی قید کہ اگر مزاج چاہے یا اگر مصلحت کے خلاف نہ ہو نہ ان کو کوئی تخییر۔ بس ایک شق متعین کردی کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ سبحان اللہ شیخ پر یہ حکومت جو مرید کے ساتھ کرتے ہوئے بھی جی شرماتا ہے۔

۴۔ پھر صرف فرمائش ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آگے مفتی صاحب کو دھمکی ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو فتنہ عظیمہ ہوگا۔ رعب دار الفاظ ٹھونس کر ایک بزرگ کو مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ نیز مفتی صاحب کے فہم وبصیرت پر بھی حملہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ بدون اس کے بتلائے ہوئے نہیں سمجھ سکتے کہ اس میں فتنہ ہے یا کیا۔

۵۔ پھر آگے اس فتنہ کی تفسیر قابل ملاحظہ ہے کہ کتنا بڑا فتنہ ہے کہ جو لوگ میرے مرید

ہو گئے ہیں وہ شبہ میں پڑ جائیں گے اول تو وہ مرید کتنے ہیں ذرا اس سے ان کی کوئی فہرست تو لے جو مفتی صاحب سے تعلق کرنے کے بعد داخل سلسلہ ہوئے ہیں شاید دو تین سے زائد نہ ہوں اور شاید ایک بھی نہ ہو، پھر اس فتنہ کا شیخ اوّل کے معاملہ میں خیال نہ کیا اگر یہ کہا جائے کہ وہ فتنہ اس لئے دب گیا کہ میں نے ایک دوسرے شیخ سے رجوع کر لیا، سو یہ فتنہ بھی اس طرح دب سکتا ہے کہ تیسرے شیخ سے رجوع کر لینا تمام تر لغو خرافات باتیں ہیں۔ اصل میں یہ موذی سبکی و بدنامی سے بے حد لرزاں و ترساں ہے جس کا منشا حب جاہ ہے جو تمام تر رذائل میں بدتر ہے۔ چنانچہ اس موذی کی صحبت واختلاط کا جس کو اتفاق ہوا ہے وہ اس میں ذرا شک نہیں کر سکتا۔ یہ نمونہ ہے ان علتوں کا جو ان توبہ ناموں میں ہیں اور فہیم آدمی اگر غور کرے گا بہت سی علتیں اور بھی پائے گا۔ غرض یہ دونوں توبہ نامے اس موذی نے تیار کر کے ایک صاحب کے حوالہ کئے کہ ایک تو مفتی صاحب کو دیدینا اور دوسرا کسی موقع پر شائع کر دینا (اور اس میں بھی ایک بڑے مزہ کی شرط یہ لگائی کہ اگر مفتی صاحب میرے منشا کے موافق تحریر لکھ دیں اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو جائیں تب تو ان خطوط کی اشاعت کی جائے ورنہ ان کو چاک کر دیا جائے توبہ ناموں کے شائع ہونے میں اس شرط کے لگانے کے معنی ہم کیا بتائیں خود اہل عقل و اہل دیانت ہی سوچ لیں) اور حوالہ کر کے تھانہ بھون سے اس حالت میں تشریف لے گئے کہ نہ آپ کے ساتھ جھنڈا تھا نہ اللہ اکبر کے نعرے نہ کوئی مرید نہ کوئی معتقد بلکہ بجز ایک لڑکے کے کوئی ملاقاتی بھی نہیں۔ اس موذی نے ایک صاحب کو ایک خط میں کہ وہ بھی محفوظ ہے لکھا تھا کہ میں جب تھانہ بھون جاتا ہوں تو اس طرح جاتا ہوں جیسے بادشاہ قلعہ میں جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر و دعویٰ کب پسند ہے بے چارا یہاں سے اس طرح گیا ہے جیسا عرفی نے کہا ہے۔

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

یا جیسا غالب نے کہا ہے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

صدق اللہ تعالیٰ وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ

والسلام احقر مدیر ۷ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

سرخی بالا ہر چہ گیرد علتی علت شود کا ایک دوسرا مصداق

احمد حسن سنبھلی نے ایک شخص کو ایک خط مرقومہ ۱۴ ربیع الاوّل ۴۰ھ میں (کہ وہ بھی محفوظ ہے) یہ لکھا ہے کہ ''قطع بیعت کا (یعنی حضرت حکیم الامت دام ظلہم سے) مشورہ مولوی مرتضٰی حسن صاحب اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے دیا تھا ہر چند کہ یہ بات ان حضرات کے تعلقات وتدین پر نظر کرتے ہوئے دل کو نہ لگتی تھی مگر تاہم احتیاطاً بواسطہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند اس کی تحقیق کی گئی جس کا جواب آج موصول ہوا اور اس کا خلاصہ ذیل میں منقول ہے۔

نقل خلاصہ جواب

جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند

(اس حالت میں اس کے قبل کچھ تذکرہ حضرت مفتی صاحب کی پریشانیوں کا ہے)

حضرت مفتی صاحب سے کچھ دریافت نہ کرسکا۔ مولوی احمد حسن جب یہاں آئے تھے تو مجھ سے اور مولوی شبیر احمد صاحب سے اعلان فسخ بیعت کا تذکرہ کیا تھا ہم دونوں نے منع کیا تھا اور حضرت مہتمم صاحب کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی اس حرکت کو برا سمجھا اور اظہار ناخوشی کیا مجھے اس وقت سے اس آپ کے خط آنے تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا مولوی احمد حسن نے حضرت مفتی صاحب یا مولوی مرتضٰی حسن صاحب سے ذکر کیا تھا یا نہیں آپ کے اس خط آنے پر میں نے مولوی مرتضٰی حسن صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایسا مشورہ نہیں دیا۔ حضرت مفتی صاحب سے ابھی موقع دریافت کا نہیں ملا اور

اگرچہ میرے نزدیک ضرورت بھی نہیں لیکن حسب موقعہ دریافت کروں گا حضرت مولانا مدظلہم کی خدمت میں سلام مسنون فقط والسلام احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱ھ

اس جواب میں مولوی مرتضٰی حسن صاحب کا موذی کی اس روایت کی تکذیب کرنا مصرح ہے اور تین علماء کی ممانعت و ناپسندیدگی کی بھی تصریح ہے اور جس شخص کو ان حضرات کے اتحاد مذاق کا علم ہے وہ اس سے مفتی صاحب کی طرف منسوخ کرنے کی بھی نفی سمجھ سکتا ہے اور اسی بناپر جواب بالا میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے احقر نے بھی اخذاً بهذا القول دوبارہ جواب دینے کی تکلیف نہیں دی تاہم اگر کوئی جواب بدون یہاں کی استدعا کے حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ ایک جملہ میں وعدہ بھی ہے کہ حسب موقع دریافت کروں گا تو بشرط موقع اس کو بھی شائع کردیا جائے گا۔ پس ایک علت موذی کے اس دعوے میں یہ ہوئی کہ اس کو کسی حجت شرعیہ سے ثابت نہ کرسکا۔ دوسری علت یہ ہوئی کہ مولوی مرتضٰی حسن صاحب کا قول اس کے صریح معارض ہے اور معارضہ کے وقت اوثق کا قول مقدم ہوگا اور اس موذی کے حرکات معلوم ہونے کے بعد اس کے اوثق کیا بلکہ ثقہ ہونے کا بھی کسی کو احتمال نہیں ہوسکتا۔ پس اسی کا قول مطرود ہوگا۔ تیسری علت یہ ہے کہ جس طرح قطع بیعت کے مشیرین بزعم خود ذکر کیا تھا قطع بیعت کے ناہین وکارہین کا ذکر بھی تو کرنا چاہئے تھا۔ پھر اگر قطع کو ترجیح تھی تو دونوں قول نقل کرکے ان کے مشورہ کی وجہ ترجیح لکھ دیتا۔ ناظرین کو تلبیس تو نہ ہوتی جیسا کہ ایک مقدمہ کے انضمام سے کہ یہ سب مجمع ایک مذاق کا ہے۔ اسکا احتمال ہوسکتا تھا کہ شاید سب کی رائے قطع ہی کی ہوگی چوتھی علت یہ ہے کہ اگر بفرض محال کسی نے یہ رائے دی ہی تھی تو اوّل تو وہ رائے اس موذی کے بیان ہی پر دی گئی ہوگی تو اس رائے کا حاصل قضیہ شرطیہ تھا اب سچ بولنا جھوٹ بولنا تو اس موذی کا فعل تھا دوسرے اس میں کوئی غرض نفسانی نہ تھی اس کی خیرخواہی کے لیے

رائے دی ہوگی تو اگر اس رائے کو صحیح سمجھتا تھا اس پر عمل کر لیتا محض اس کے ظاہر کرنے ہی کی کیا ضرورت تھی جس کا اثر باہم دوستوں میں شقاق و افتراق ہو سکتا تھا۔ گو بزرگوں کی برکت سے ایسا ہوا نہیں مگر اس موذی نے نوکری چھوڑی تھی یہ کارروائی بالکل اس یہودی کی سی ہوئی جس کے قصہ کا مثنوی میں ایک شعر ہے۔

مرد احول کردور راہ خدا　　آں دود مساز خدائی راجدا

(احول میں ایک لطیفہ ہے) ان خرافات کا انجام بجز اس کے کیا ہے جیسے اس نے حضرت حکیم الامت دام ظلہم کو بے حد ایذائیں دی ہیں۔ اسی طرح حضرات دیو بند کو ایذائیں دے رہا ہے اس کو خبر نہیں۔

ہیچ قومے را خدارسوا نہ کرد　　تادل صاحب دلے نامد بدرد

اب ہم مفتی صاحب کو مزید تحقیق کی تکلیف دینے کی کسی کو اجازت نہیں دیتے ہماری کسی پر حکومت نہیں اگر پھر بھی کوئی مصرح جواب کی ان کو تکلیف دے تو ہم مجبور ہیں فقط۔

احقر مدیر　　۱۰ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ